

أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ○ البقرہ

جو مجھ سے دعا مانگتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں

فرائض کے بعد دعا کی فضیلت

(قرآن و سنت کی روشنی میں)

تالیف

مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

دارُ الاِخْلَاصِ

۴۹۔ ریلوے روڈ لاہور

أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۝ البقرہ
جو مجھ سے دُعا مانگتا ہے میں اس کی دُعا قبول کرتا ہوں۔

7

فرائض کے بعد دُعا کی فضیلت

(قرآن و سنت کی روشنی میں)

تالیف:

مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ:

علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

ناشر

دارُ الاخلاص

۴۹۔ ریلوے روڈ لاہور۔

بِسْمِ تَعَالَى

فرائض کے بعد دعا کی فضیلت	:	نام کتاب
علامہ محمد شہزاد مجددی	:	مترجم
پانچ سو	:	بار اول
گیارہ سو	:	بار دوم
ایک ہزار	:	بار سوم
۷۵	:	صفحات
۱۰ روپے	:	قیمت
اپریل 1999ء / ذی الحجہ 1419ھ	:	اشاعت اول
مارچ 2000ء / ذی الحجہ 1420ھ	:	اشاعت دوم
دسمبر 2005ء / ذیقعدہ 1426ھ	:	اشاعت سوم

دائرُ الاخلاص

۳۹۔ ریلوے روڈ لاہور فون #7234068

Email:msmujaddidi@hotmail.com

انتساب

امام الائمہ، سراج الائمہ

حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی بے مثل فقاہت و فراست

کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

حضرت حکیم اہل سنت
حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

”التحفة المرغوبة فی افضلیة الدعاء بعد المکتوبة“، ”نماز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا“ تصنیف لطیف حضرت علامہ محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ تالیف ہے، جو اپنے نام کی صحیح صحیح ترجمان ہونے کی وجہ سے مذہب احناف کی زبردست نموید ہے۔ احقر نے اس رسالے کو ایک ہی نشست میں مکمل طور پر پڑھ لیا۔ اور اس کی افادیت کے پیش نظر ایک ملاقات میں جناب محترم محمد شہزاد مجددی زید مجدد مترجم و ناشر سے کہا کہ اس مفید ترین رسالے کو ایک لاکھ کی تعداد میں چھپنا چاہیے تھا۔ تاکہ شک کی دنیا میں بسنے والوں کو صراط مستقیم پر گامزن ہونا نصیب ہو اور دیگر مصنفین حضرات ایسا شائستہ اور شستہ انداز اختیار کریں۔

خاک راہ درد منداں

محمد موسیٰ عفی عنہ

حضرت لاہور

۲۲ جمادی الاولیٰ

۱۳۲۰ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

① حضرت علامہ شیخ عبدالفتاح ابوعدہ رحمۃ اللہ علیہ

② علامہ مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی

الحمد لله والصلوة والسلام على من لا نبي بعده وعلى كل

من اقتفى اثره واتبع هديته ورشده — اما بعد!

متقدمین اور متاخرین فقہاء و محدثین نے جیسے بڑے مسائل فقہیہ پر کتب لکھیں اسی طرح انہوں نے چھوٹے چھوٹے مسائل پر بھی مستقل کتابیں تصنیف کیں، ایسے اجزاء و رسائل نہایت کثیر تعداد میں ہیں، اور ان کے موضوعات اور مقاصد متنوع ہیں۔

ایسی تالیف کی ایک ضرورت یہ ہوتی ہے کہ بعض اوقات کچھ مسائل کا حکم متنازعہ ہو جاتا ہے یا اس حکم کی دلیل مخفی ہو جاتی ہے یا اس میں آراء و اجتہادات کا اثر دھام ہو جاتا ہے، تو اس مسئلہ پر مستقل رسالہ و جزء مرتب کیا جاتا ہے تاکہ اس میں وارد شدہ تمام نصوص کو یکجا، اور اس سے متعلقہ احکام کو واضح کر دیا جائے یا اس کے بارے میں جو اقوال و افعال ہیں ان کے درجہ اور کیفیت کو آشکار کر دیا جائے بعض اوقات یہ اجزاء و رسائل اپنے موضوع پر فائدہ کے اعتبار سے بڑی کتب سے بھی کامل ہوتے ہیں کیونکہ ان میں موضوع سے متعلقہ تمام مواد کو ایک جگہ جمع کر دیا جاتا ہے اور اس کے بارے میں مختلف آراء کو بھی سامنے لایا جاتا ہے جو لوگ اجزاء و رسائل کو قابل اعتناء تصور نہ کرتے ہوئے بڑی کتب پر اکتفاء کرتے ہیں وہ نہایت مغالطہ میں مبتلا

رہتے ہیں، پرانی مثل ہے۔

یوجد فی الانهار ما لا یوجد فی البحار

نہروں میں وہ پالیا جاتا ہے، جو سمندروں سے نہیں ملتا

ایسے ہی مقصد کے حصول کیلئے امام بخاری نے ”جزء رفع یدین“ حافظ دارقطنی

نے نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے پر ”جزء الجہر بالبسملة“ لکھا جس میں

خوب محنت سے کام لیا، حافظ ابن عبد اللہ نے بھی اس موضوع پر ”جزء الحمد لله“

تحریر کیا، علامہ شیخ علی قاری نے تشہد میں انگلی اٹھانے کے موضوع پر ”جزء فی بیان

حرکة السبابہ“ علامہ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی نے ”جزء درہم الصرۃ فی رفع

الیدین تحت الصرۃ“ لکھا، علامہ محمد عبدالحی لکھنوی نے تو بہت سے موضوعات پر

اجزاء لکھے مثلاً ”خیر الخبر فی اذان خیر البشر“ اس میں یہ بحث ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے خود اذان دی یا نہیں۔ ”رفع الستر عن کیفیۃ ادخال

المیت وتوجیہہ الی القبلة فی القبر“ اور ”تحفة الطلبة فی حکم مسح

الواقبة“ ان تمام مذکورہ اجزاء میں کسی ایسے فقہی جزئیہ پر بحث ہے جس پر عمل واجب و

لازم تو نہیں مگر اس کے مستحب ہونے یا نہ ہونے پر بحث ہے اس باب میں یہ تین

رسائل ہیں جن میں فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا جواز و استحباب بیان ہوا ہے

ہم نے اس مجموعہ کی خدمت کو مستحسن جانا تا کہ ایک دوسرے کے سبب کامل اور اس

موضوع پر وافی و شافی ہو جائیں، یہ ایسا مسئلہ ہے جسے بعض لوگ دین میں بدعت اور

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کہتے ہیں اور ایسا کرنے والے

کے فعل کو دل یا زبان سے برا سمجھتے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کو بہت پہلے فقہاء

و محدثین نے حل کرتے ہوئے شروح کتب حدیث میں اس کے جواز اور استحباب پر

تصریح کی جیسا کہ قارئین ان رسائل میں ملاحظہ کریں گے، اس طرح کتب فقہ میں بھی تصریح موجود ہے، ایک جماعت علماء نے اس موضوع پر مستقل رسائل لکھے ان میں سے یہ تین رسائل بھی ہیں۔

ہر دور میں کچھ ایسے لوگ موجود رہتے ہیں جو ایسی باتوں کا انکار کرتے ہیں جو ان کے علم میں نہیں ہوتیں اور لوگوں کو پریشان کرنا، انہیں جاہل قرار دینا اور پاکیزہ اذہان کو مکر کرنا ان کا وطیرہ ہوتا ہے، وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جس راہ پر ہم ہیں وہی درست ہے باقی سب غلط، ان کے خلاف رائے رکھنا سراپا خطا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں سے ہر کوئی یہی گمان کرتا ہے کہ جو چیز میرے مطالعہ میں آئی ہے یا اس نے اپنے قوم کے علماء سے سنی یا اپنے شہر کے لوگوں کے عمل میں دیکھی ہے وہی علم صحیح اور درست طریق ہے، اس مرض میں متعدد طلبہ علم مبتلا ہیں جب ان کو بتایا جائے کہ فرض نماز کے بعد دعا مستحب ہے، اس میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے اسے نہایت ہی عجیب و غریب اور براتصور کرتے ہوئے قبول کرنا تو در کرنا سننے کے لیے تیار نہیں اور جواباً یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں ہمارے شہر ایسی بدعات سے محفوظ ہیں۔

ان میں سے اگر کسی میں وسعت ظرف ہو اور وہ انصاف پسند ہو اور آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر ان رسائل کا مطالعہ کرے تو اس مسئلہ پر اپنے موقف کے برعکس راستہ پائے گا اور وہ جان لے گا کہ اس پر دلائل قویہ اور کثیر صریح نصوص موجود ہیں تو وہ فی الفور اس سے رجوع کرے گا جس پر وہ ڈٹا ہوا تھا اور یہ کہتا تھا جس پر میں ہوں وہی سنت مشروعہ ہے جو اس کے مخالف ہے وہ بدعت ممنوعہ ہے یا کم از کم اپنے مسلمان بھائیوں کو غلط کہنے سے سکوت ہی اختیار کرے گا، اس کی معرفت کے بعد اس کے سینہ میں کشادگی نظر میں وسعت فیصلہ میں عدل اور اپنے مسلمان بھائیوں سے

الفت و محبت کرنا شروع کر دے گا۔

اس کے ذہن سے اپنے ہی ہدایت یافتہ اور اپنے ہی عالم ہونے کا گھمنڈ ختم ہو جائے گا، اپنے مخالف رائے رکھنے والوں سے معذرت کرے گا۔ بعض اوقات مخالف کی دلیل کے سامنے جھک کر اس کے موقف کو اختیار کرے گا، اس کے دل سے وہ چیز ختم ہو جائے گی جس کی بنا پر وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو جاہل کہتا پھرتا تھا کیونکہ اس پر یہ واضح ہو چکا ہوگا کہ یہاں میرے موقف کے خلاف ایسی صحیح آراء موجود ہیں، جن کی قوی دلیل موجود ہے، یہی وہ صحیح راستہ ہے جس پر ایک مسلمان کو بھی دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ چلنا چاہیے۔ واللہ ولی التوفیق

شیخ ابن قیم کتاب الروح (ض: ۵۱) پر رقمطراز ہیں شیخ خلال کہتے ہیں، مجھے حسن بن احمد وراق نے اور ان سے علی بن موسیٰ حداد نے (جو صدوق ہیں) بیان کیا کہ میں امام احمد بن حنبل اور امام محمد بن قدامہ الجوهری کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوا جب میت کو دفن کر دیا گیا تو ایک نابینا شخص نے قبر کے پاس تلاوت قرآن شروع کی، امام احمد نے فرمایا، اے فلاں قبر کے پاس تلاوت بدعت ہے، جب ہم قبرستان سے نکلے تو امام محمد بن قدامہ نے امام احمد سے کہا اے ابو عبد اللہ! بشرحلی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا وہ ثقہ تھا؟ پوچھا تم نے ان سے کچھ سیکھا ہے؟ کہا ہاں کہا تو سنو مجھے بشرحلی نے بیان کیا ان سے عبد الرحمن بن علاء بن کحلج نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا انہوں نے وصیت کی تھی میری قبر پر سورۃ البقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا اور فرمایا میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بات سنی تھی۔ امام احمد نے جب سنا تو مجھے فرمانے لگے:

فارجع وقل للرجل یقراء

واپس جاؤ اور اس شخص سے کہو تلاوت کرو۔

اللہ تعالیٰ امام احمد کے درجات بلند فرمائے، ان کے اور حق کے درمیان

عداوت نہ تھی۔

واللہ ولی التوفیق

اہم نوٹ: یہاں خصوصی توجہ کے لائق یہ بات ہے کہ ان تین رسائل میں

سے ایک رسالہ ایسے عالم کا ہے جس کا تعلق مشرق (پاکستان) سے ہے، دوسرے

رسالہ کے مصنف کا تعلق مغرب (مراکش) سے جبکہ تیسرے کا تعلق جزیرہ عرب کے

دل (یمن) سے ہے مگر تینوں کے رسائل کا مقصد ایک ہے اگر کسی سے موضوع پر کوئی

کمی رہی تو دوسرے نے پوری کردی جو وطن اور تھا لیکن علم اور سوچ میں نہایت قریب

ہے تو زیر نظر موضوع ہر جہت سے مکمل ہو گیا، ابتداء سے لے کر آج تک علوم اسلامیہ

کی اس طرح خدمت جاری و ساری ہے۔

نجوم سماء کُلَّمَا غَارَ كَوْكَبٌ

بدا كوكبٌ تَأْوِي إِلَيْهِ كَوَاكِبُهُ

اس مجموعہ کا پہلا رسالہ ”التحفة المرغوبة فی افضلیة الدعاء بعد

المکتوبہ“ ہے جس کے مصنف علامہ الکبیر عظیم محدث فقیہ سندھ مولانا شیخ محمد

ہاشم سندھی ٹھٹھوی ہیں جن کا سنہ ولادت ۱۱۰۴ھ اور وصال ۱۱۷۱ھ ہے۔

یہ رسالہ کراچی سے ۱۴۰۳ھ کو استاد مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

کی تحقیق و حاشیہ کے ساتھ دارالعلوم نعیمیہ کے شعبہ دارالتصنیف نے شائع کیا۔ شیخ سید

شجاعت علی قادری اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں بلاد عربیہ میں مقیم ہمارے بھائیوں نے

مجھ سے کئی دفعہ فرائض کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں پوچھا کیونکہ وہ

دیکھتے ہیں کہ فرائض کے بعد وہاں ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرتے، کوئی اکیلا دعا کرے تو وہ بھی ہاتھ نہیں اٹھاتا جبکہ ہمارے ہاں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے تو کیا ہمارا طریقہ صحیح اور سنت کے مطابق ہے یا ان کا طریقہ صحیح ہے۔؟ تو میں نے اختصاراً جو ب دیانہ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دعا رفع یدیه جب دعا کرتے تو ہاتھ اٹھاتے۔

یہاں ”اذا“ کا کلمہ بتا رہا ہے کہ تمام احوال و اوقات کا معمول ہے اس میں کسی وقت کی کوئی قید نہیں تو ظاہر ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرمایا کرتے، احادیث مبارکہ میں یہ بھی ہے:

ان اللہ سبحانہ حی کریم یستحی من ان یردیدی

عبدہ حینما یدعوہ صفراً

لیکن جواب مختصر ہونے کی وجہ سے سائلین کی تسلی نہ ہوئی وہ مزید لکھنے کا کہتے مصروفیات اس قدر تھیں کہ لکھنے کا وقت نہ ملتا، مجھے علامۃ الدہر، فرید العصر، اور عظیم محدث و فقیہ شیخ محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب کا مخطوطہ ملا، یہ کتاب اس موضوع پر تھی جس میں مخدوم نے اس مسئلہ پر احادیث صریح اور دیگر روشن نصوص کو جمع فرمایا، میں اس نعمت غیر مترقبہ اور انمول جوہر کے ملنے پر خوش ہوا، اللہ تعالیٰ سے اس کا شکر ادا کیا جس نے میری پریشانی کا ازالہ فرمادیا، میرے ظاہر و باطن نے مخدوم کے لئے دعا کی، انہوں نے موضوع پر خوب لکھا، تمام شبہات کا ازالہ بھی کر دیا، میں کچھ حواشی کے ساتھ اسے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ صواب کی توفیق دے۔

والیہ المرجع والمآب

شیخ شجاعت علی قادری نے یہ بھی لکھا:

ہم نے بعض لوگوں کو فرائض کے بعد دعا ترک کرنے پر یہ کہتے سنا ہے کہ اس پر سنت کی کوئی اصل نہیں حالانکہ انہوں نے سستی اور کاہلی کی وجہ سے دعا ترک کی ہوتی ہے، ہم نے چاہا ہم ان اپنے دوستوں کے سامنے دعا کے بارے میں منقول آثار و سنن کو رکھیں جو حق پانے کا ارادہ رکھتے ہیں خواہ وہ کہاں ہو، ہماری یہ خوش بختی ہے کہ ہم اس موضوع پر ایسے علامہ کے نادر نسخہ کی طباعت کا شرف پارہے ہیں، اس پر نہ تو کسی تقریظ کی ضرورت ہے اور نہ تعریف کی قارئین پر دوران مطالعہ اس کا مقام از خود واضح ہو جائے گا۔

مجھ پر لازم ہے میں فاضل نبیل علامہ مفتی عبداللہ نعیمی زید مجدہ کا شکر یہ ادا کروں جنہوں نے مجھے اصل نسخہ کا فوٹو عطا کیا اور علامہ جمیل احمد نعیمی کا بھی جنہوں نے اس کی طباعت و اشاعت میں تعاون کیا۔

مؤلف نے اپنے رسالہ کی ترتیب دو ابواب اور ایک خاتمہ پر رکھی ہے باب اول اس بارے میں ہے کہ فرائض کے بعد دعا سنت و مستحب ہے، دوسرے باب میں ہے کہ فرائض کے بعد سنتوں سے پہلے دُعا بلا کراہت جائز ہے۔ خاتمہ میں ان روایات فقہیہ کا جواب ہے جن سے مخالفین نے استدلال کیا اور اس رسالہ کا حاصل ہے۔

پھر ہر باب کی دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں وہ احادیث ہیں جو موضوع پر دال ہیں۔ دوسری فصل میں روایات فقہیہ کا بیان ہے، دونوں فصلوں میں مؤلف نے کافی محنت سے کام لیا ہے اس میں بعض ایسی روایات کی بھی صورت ہے۔ اصل میں مؤلف نے تمام شواہد کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے، انہوں نے حنفی فقہ سے ہی روایات لی ہیں کیونکہ مؤلف حنفی ہیں اور انہوں نے اپنے علاقہ کے علماء اور طلبہ کے لیے لکھی ہیں اور وہ تمام حنفی ہیں، جب بندہ نے بلاد عربیہ کے علماء اور طلبہ کے لئے اس رسالہ کی

طباعت کا ارادہ کیا تو اس میں سے روایات فقہیہ اور تمام اخبار غیر محفوظہ کو خارج کر دیا کیونکہ ثبوت مسئلہ اور حصول مطلوب کے لئے احادیث صحیحہ حسنہ اور ان کے متشابہ روایات کافی ہیں۔ باقی روایات فقہیہ کا حذف اس لئے بھی ہے کہ کتب فقہ میں فرائض کے بعد ہاتھ اٹھانے میں کسی فقہیہ کا اختلاف نہیں، خصوصاً کتب فقہ حنفی وہ تو تمام کی تمام نماز کے بعد دعا پہ متفق دکھائی دیتی ہیں، علاوہ ازیں فقہی طور پر اس مسئلہ پر مفتی مالکیہ شیخ علامہ محمد علی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ”مسلك السادات الى سبيل الدعوات بعد الصلوات المكتوبات“ بھی ہے جس کا خلاصہ مولانا محمد اشرف علی تھانوی نے بنام ”استحباب الدعوات عقب الصلوات“ کیا۔
 وَمَا تَوْفِيقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيبُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
 الْعَالَمِيْنَ۔

الرياض، 1۔ جمادى الاخره ۱۴۱۶ھ

الرقم

عبدالفتاح ابو غده

پیش گفتار

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اجیب دعوة الداع اذا دعان — (البقرہ)

”میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، جب وہ مجھ سے مانگتا ہے۔“

دوسرے مقام پر فرمایا:

ادعونی استجب لکم

”تم مجھ سے مانگو میں تمہارے دعا قبول کرتا ہوں۔“

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ مانگنے

والے سے ناراض ہوتا ہے، تو بندہ وہی بہتر ہے جو اپنے رب اکرم کی بارگاہ اقدس میں

دست دعا دراز کرتا رہے کیونکہ اس کی بارگاہ کے علاوہ بندے کا کوئی سہارا نہیں اس

لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔

الدعاء مع العبادة ”دعا عبادت کا مغز ہے۔“

اس اہم ترین عمل کے آداب میں سے ایک ادب ہاتھ اٹھانا بھی ہے۔ اس

حوالے سے امت افراط و تفریط کا شکار ہو چکی ہے کچھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت

گردانتے ہیں جبکہ کچھ ہاتھ اٹھائے بغیر دعا مانگنے کو دعا تصور ہی نہیں کرتے حالانکہ یہ

دونوں باتیں سراسر زیادتی ہے۔ اسلام میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ ہر دور میں اہل علم

نے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ پر بھی بڑی تفصیل سے لکھا۔ حال ہی میں ان تین

کتب کا مجموعہ شائع ہوا ہے جن میں ثابت کیا گیا ہے کہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا سنت ہے۔

۱۔ التحفة المرغوبة في افضلية الدعاء بعد المكتوبة

از شیخ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۱۷۴ھ)

۲۔ المنح المطلوبة في استحباب رفع اليدين في الدعاء بعد

الصلوات المكتوبة

از شیخ احمد صدیق الغماری (المتوفی ۱۳۱۸ھ)

۳۔ سنية رفع اليدين في الدعاء بعد الصلوات المكتوبة

از علامہ سید محمد عبدالرحمن الأهدل (المتوفی ۱۲۵۸ھ)

ان تینوں پر عالم اسلام کے نامور محقق شیخ عبدالفتاح ابو غندہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی قیمتی حواشی اور مقدمہ تحریر کیا ہے۔ بندہ نے اس مقدمہ کا ترجمہ کیا جو زیر نظر کتاب میں شامل اشاعت ہے۔ ان تینوں میں شیخ ہاشم ٹھٹھوی کا رسالہ بہت ہی اہم ہے کیونکہ انہوں نے کتاب و سنت اور اس کی تشریح میں مقتدر اہل علم کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ یہ قیمتی رسالہ پہلی دفعہ کراچی سے ۱۹۸۳ء کو مفتی سید شجاعت علی قادری مرحوم نے شائع کیا تھا جسے بعد میں ابو غندہ مرحوم نے اس مذکورہ مجموعہ میں شامل کیا اور اس میں اختصار بھی کیا۔ ضرورت تھی اس بات کی کہ اس علمی و تحقیقی رسالہ کو اردو زبان دی جائے تاکہ عوام بھی اس سے استفادہ کر سکیں، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت جس ساتھی کو عطا فرمائی وہ ہمارے نوجوان فاضل علامہ محمد شہزاد مجددی ہیں جو اپنے سینے میں امت مسلمہ کے لئے بہت کچھ کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ اہم موضوعات پر پڑھنا، لکھنا اور دوسرے اہل علم سے تعاون کرنا ان کی زندگی کا حصہ و مشن ہے۔ غالباً عربی کتاب

کا ترجمہ ان کی اولین کاوش ہے لیکن بحمد اللہ کافی بہتر ہے۔ مجھے جن افراد سے مستقبل میں اہم خدمات سرانجام دینے کی امید ہے ان میں موصوف کا نام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف، محقق اور مترجم کی خدمت کو بھی قبول فرمائے اور اس ترجمہ کو امت مسلمہ میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کے ازالہ کا سبب بنا دے۔ آمین

دعا گو

محمد خان قادری

جامع رحمانیہ شادمان، لاہور

بروز منگل بعد از نماز عشاء

حالات مصنف

حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی (م- ۱۷۰۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے نہایت جلیل القدر علماء میں سے ہوئے۔ آپ کی ولادت (۱۱۰۳ھ) بمطابق (۱۶۹۲ء) میں بٹورہ ضلع ٹھٹھہ میں ہوئی۔ حضرت مخدوم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مخدوم عبدالغفور بن عبدالرحمن ٹھٹھوی سے حاصل کی اس کے بعد ٹھٹھہ جا کر وہاں کے بزرگ عالم دین حضرت مخدوم ضیاء الدین ٹھٹھوی کی خدمت میں حدیث و فقہ و دیگر علوم و فنون کی تکمیل کی۔

اس کے بعد حرمین شریفین جا کر مقامات مقدسہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور مکہ شریف کے مشہور علماء اور محدثین مثلاً شیخ عبدالقادر صدیقی، شیخ عبد بن علی مصری شیخ محمد ابی طاہر مدنی اور شیخ علی بن عبد الملک دراوی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ طریقت حضرت شیخ ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں استفادہ روحانی کے لیے حاضر ہوئے اور پھر انہیں کی تحریک اور ارشاد فرمانے پر شیخ سید سعد اللہ سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض روحانی اور خرقہ خلافت حاصل کی۔ آپ نے تین سو سے زائد کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، تجوید، حساب، فلسفہ وغیرہ علوم و فنون پر عربی فارسی اور سندھی میں لکھی ہیں جن میں سے اکثر ضائع ہو چکی ہیں جو موجود ہیں وہ آپ کی جلالت شان اور تبحر علمی پر دلالت کرتی ہیں۔

آپ کی تصانیف میں سے حیات القاری باطراف البخاری، فرائض السلام تحفۃ القاری مجمع القاری ایسی کتابیں ہیں جنکی نظیر شاید ہی کہیں مل سکے آپ کا ایک ثبت بنام اتحاف الاکابر اور اس کا ذیل موجود ہے۔

مخدوم ابوالحسن صغیر ٹھٹھوی ثم مدنی، حاجی فقیر اللہ علوی شکار پوری، مخدوم عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم جیسے نامور علماء آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

جامع مسجد خسرو (خسرو)

مخدوم ٹھٹھوی، ٹھٹھہ کے ایک بڑے مدرسہ میں تدریس کے علاوہ ہر جمعۃ المبارک کو جامع مسجد خسرو میں وعظ بھی فرماتے تھے۔ حدیث پاک سے خصوصی شغف کے باعث اپنی مسجد میں ہر روز نماز عصر کے بعد درس حدیث پاک بھی دیا کرتے تھے۔

ان کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عشاق میں سے تھے۔

ان کے لکھے ہوئے عربی نعتیہ قصائد ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی گہری روحانی وابستگی پر دلالت کرتے ہیں۔

ان کا عربی اور فارسی کلام شعر گوئی میں ان کی مہارت کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کے معاصر علماء نے بھی بہت اچھے الفاظ میں ان کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کو سراہا ہے اور بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ”سندھ میں مخدوم ہاشم ٹھٹھوی جیسا محقق آج تک پیدا نہیں ہوا۔“ انہوں نے مخدوم محمد معین کی درج ذیل رباعی کا جواب رباعی میں ہی دیا۔

رباعی

ای عاشق صداق محبت خوش نام
در تعزیت حسین کن حرف مدام
باسوز دلت اشک، ہمیریز ز چشم
لیکن ندہی راز محبت بعوام

ای واعظ خوش کلام شیریں پیغام
 منبر بسواد قیرگون کن تمام
 باروی سیہ خاک بسرفاش بگو
 در تعزیت حسین صبر است حرام

مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کا جواب:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبر نصف الايمان -
 (رواه ابو نعیم فی الحلیة والبیہقی فی شعب الایمان)

حدیث پاک ہے: ”صبر نصف ایمان ہے۔“

مخدوم محمد ہاشم سندھی کی رحلت (۱۷۳ھ) بمطابق (۱۷۶۰ء) میں ہوئی۔

ٹھٹھہ کے معروف قبرستان ”مکلی“ میں مدفون ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ ان کے درجات

بلند فرمائے۔ آمین!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَانَبِیْ بَعْدَهُ وَعَلٰی آلِهِ

وَصَحْبِهِ وَمَنْ نَحَانَحُوهُ

حمد و صلوة کے بعد رب غنی کی رحمت کا محتاج بندہ، محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی

(حق تعالیٰ ہر حال اور ہر آن اس کا کفیل رہے) آمین!

عرض گزار ہے:

مجھ سے سوال کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے یا نہیں؟ اور یہ

کہ کیا فرائض کے فوراً بعد سنن موکدہ سے پہلے دعا مانگنا افضل ہے یا جس نماز (فرض)

کے بعد سنتیں ہوں اسے (مکمل) پڑھنے کے بعد دعا کرنا بہتر ہے؟

الجواب: بلاشبہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت مستحبہ ہے، جس کا ترک

کرنا خاص طور پر امام کے لیے اچھا نہیں ہے۔ سنتوں سے پہلے دعا مانگنا ویسے ہی جائز

ہے جیسا کہ سنن کے بعد، لیکن افضل سنتوں سے پہلے ہے جبکہ دعا زیادہ طویل نہ ہو۔

اس ضمن میں بعض فاضل معاصرین نے میری تائید کی اور بعض فقہی روایات

منقولہ جو اہر الفتاویٰ اور اشباہ وغیرہ سے استدلال کرنے والے حضرات نے اختلاف

کیا۔ جو روایات سنتوں سے پہلے دعا کی کراہت پر مبنی ہیں وہ خاتمہ رسالہ میں آئیں گی۔

اس لیے میں نے یہ رسالہ تصنیف کیا اور اس میں ان روایات کو نقل کیا جو

سنتوں سے پہلے دعا کی عدم کراہت پر دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ احادیث نبویہ (صلی اللہ

تعالیٰ علی صاحبہا نبینا محمد وسلم) اور مستند فقہی روایات سے اس عمل کی فضیلت ثابت ہوتی

ہے۔

میں نے اس رسالے کا آغاز جمعرات کی صبح ۱۹ صفر المظفر ۱۱۶۸ھ کو کیا اور

اس کا نام ”التحفة المرغوبة فی افضلیة الدعاء بعد المكتوبة“ رکھا۔ اور یہ (رسالہ) دو ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ پہلا باب فرض کے بعد دعا کی سنت مستحبہ ہونے پر اور دوسرا اس بیان پر مشتمل ہے کہ فرائض کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنا نہ صرف بلا کراہت جائز بلکہ سنتوں کے بعد دعا مانگنے سے افضل ہے بشرط کہ دعا زیادہ طویل نہ ہو۔ اختتامیہ ان دلائل و روایات پر مشتمل ہے جن سے مخالفین استدلال کرتے ہیں، اور اس میں رسالہ کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

باب اول

اس بیان میں کہ فرائض کے بعد دعا مانگنا سنت مستحبہ ہے؟ اس کی دو فصلیں

ہیں۔

فصل اول

فصل اول ان احادیث پر مشتمل ہے جن سے فرائض کے بعد دعا کا سنت مستحبہ ہونا ثابت ہے۔ ربّ عظیم کی اعانت سے (احادیث) بیان کرتا ہوں۔

(۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن اور امام نسائی علیہ الرحمہ نے ”عمل الیوم واللیة میں حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

”قال قبل یارسول اللہ صلی اللہ علیک ای الدعاء

اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“

عرض کیا گیا، یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم، کون سی دعا زیادہ مقبول ہے؟

تو آپ نے فرمایا: نصف شب کے بعد اور فرائض کے بعد کی جانے والی دعا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ

الرحمہ مشکوٰۃ کی فارسی شرح میں فرماتے ہیں:

”عبارت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد فرائض کے فوراً بعد

دعا ہے۔“ (۱)

(۲) امام بخاری علیہ الرحمہ نے ”تاریخ الاوسط“ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی

اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

”ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان

یدعو ادبر کل صلاة ثلاثا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر نماز کے بعد تین بار دعائیں مانگتے تھے۔ (۲)

(۳) امام مسلم علیہ الرحمہ نے حضرت ثوبان کی روایت نقل کی ہے کہ:

”قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا

انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال ”اللهم انت

السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو تین بار استغفار

فرماتے اور اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال

والاكرام“ پڑھتے۔ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک یعنی امام اوزاعی سے اس

استغفار کی کیفیت پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ یوں کہا جائے۔

استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ (۳)

(۴) امام بخاری و مسلم نے صحیحین اور امام ابو داؤد و نسائی نے اپنی اپنی سنن میں

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والتسلیم جب نماز سے فراغت پر سلام پھیرتے تو پڑھتے۔ ”لا الہ الا اللہ وحده

لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر اللهم لا

مانع لما عطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجدمنك الجدمن.

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا و لا شریک ہے۔ حاکمیت اور حمد و ثنا اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تیری نوازشات کی راہ میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا اور جسے تو محروم رکھے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی صاحب مرتبہ کو اس کے مرتبہ کا فائدہ تیری تائید و حمایت کے بغیر نہیں پہنچتا۔

صحیح بخاری کے کتاب الاعتصام میں مرقوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے اور بخاری ہی کے کتاب الصلوٰۃ میں ”دہر کل صلوٰۃ مکتوبہ“ کے الفاظ ہیں یعنی ہر فرض نماز کے بعد، پس یہ عمومیت تمام فرائض کے لیے ہے یعنی جن کے بعد سنتیں ہوتی ہیں وہ بھی اور جن کے بعد نہیں ہوتیں وہ بھی۔

(۴) امام مسلم اپنی صحیح اور امام ابو داؤد و نسائی اپنی اپنی سنن میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت لائے ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و سلام ہر نماز کا سلام پھیرتے ہی بلند آواز سے پڑھتے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد و هو علی کل شئی قدير. ولا حول ولا قوۃ الا باللہ لاتعبدوا الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔ (۵)

(۵) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا و لا شریک ہے۔ بادشاہی اور حمد و ثنا اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی توفیق اور عبادت کی قوت مگر اللہ کی عنایت سے۔ صرف اور صرف اسی کی عبادت کرو۔ ہر نعمت اور بزرگی اسی کے لیے ہے۔ اور اسی کے لیے بہترین ثنا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود

111253

نہیں۔ ہم خاص طور پر اسکی بندگی و اطاعت کرنے والے ہیں، اگرچہ کافر اس کو ناگوار سمجھیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حضور علیہ السلام یہ الفاظ ہر نماز کے بعد دہراتے تھے۔ بعض

راویوں نے اس کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ ”دبر کل

صلوٰۃ مفروضہ“ یعنی ہر فرض نماز کے بعد۔

(۶) امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے ”کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بھی رائج تھا۔

ان عباس فرماتے ہیں:

”میں یہ آواز سن کر صحابہ کے نماز سے پھرنے کو جان لیتا تھا۔ ان

کی دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں: ”ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی نماز سے فراغت کا اندازہ اسی بلند تکبیر سے لگایا کرتے تھے۔ (۵)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی فارسی شرح مشکوٰۃ میں

لکھتے ہیں:

”بعض علماء نے کہا ہے کہ صحابہ کرام زمانہ نبوی میں ایک بار یا

تین بار بلند آواز سے تکبیر کہا کرتے تھے۔ (۶)

(۷) امام بخاری نے اپنی صحیح میں ”کتاب الجہاد“ کی ابتداء میں حضرت سعد بن

ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان الفاظ کے ساتھ

پناہ چاہا کرتے تھے:

”اللهم انى اعوذ بك من الجبن و اعوذ بك من ان
اردالى اذل العمر و اعوذ بك من فتنة الدنيا و اعوذ
بك من عذاب القبر۔ (۰)

(۱) اے اللہ! میں بزوری سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور ذلت والی عمر میں مبتلا
ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور فتنہ دنیا اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(۸) حضرت ابو بکر ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی
نماز سے فارغ ہو تو یوں کہے:

”اللهم انى اسئلك من الخير كله ما علمت منه و ما لم اعلم
و اعوذ بك من الشر كله ما علمت منه و ما لم اعلم اللهم اسئلك من خير
ما اسئلك به عبادك الصالحون و اعوذ بك من شر ما استعاذك من
عبادك الصالحون ربنا آتنا فى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة و قنا عذاب
النار ربنا اننا آمننا فاغفر لنا ذنوبنا و آتنا ما وعدتنا على رسلك و لا تخزننا يوم
القيامة انك لا تخلف الميعاد۔“

(۱) اے اللہ! میں تجھ سے ہر قسم کی معلوم و نامعلوم بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور
ہر قسم کے معلوم و نامعلوم شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے وہ بھلائی
مانگتا ہوں جس کا سوال تجھ سے تیرے نیک بندوں نے کیا اور اس شر سے تیری پناہ
چاہتا ہوں جس سے تیرے صالح بندوں نے پناہ مانگی۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا
و آخرت میں بہتری سے نواز اور ہمیں عذاب آتش سے محفوظ فرما۔ اے ہمارے رب!
ہم ایمان لائے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں وہ کچھ عطا فرما جس کا وعدہ تو نے اپنے

رسولوں سے کیا ہے اور ہمیں روز قیامت رسوا نہ کرنا بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

(۹) امام ابو داؤد و نسائی نے سنن اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت معاذ بن جبل

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

”میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کسی نماز کے بعد یہ الفاظ پڑھے

بغیر نہ رہنا: ”اللہم اعنی علی ذکرک و شکرک

و حسن عبادتک۔ (۸)

(۱) اے اللہ! مجھے اپنے ذکر و شکر اور بہترین عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اور ابو نعیم کے الفاظ یہ ہیں:

”اعنی علی تلاوة القرآن و کثرة ذکرک — الی آخرہ۔“

مجھے تلاوت قرآن اور کثرت ذکر کی توفیق دے۔

(۱۰) امام احمد رحمہ اللہ مسند میں عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ، سے روایت کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس شخص نے مغرب اور فجر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے

پھرنے اور قدم اٹھانے سے پہلے دس بار پڑھا۔ ”لا الہ الا اللہ

وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد بیدہ الخیر

یحیی و یمیت و هو علی کل شئی قذیر۔“

اس کے لئے ایک بار پڑھنے کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ

مٹا دیے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کیے جاتے ہیں۔ اور یہ عمل اس کے لیے بہ

ناپسندیدہ حرکت سے حفاظت کا سبب ہوگا، سوائے اس شخص کے جو اس سے زیادہ ان

کلمات کو پڑھنے والا ہو۔ (۹)

امام احمد و ترمذی کی روایت جسے ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے، حضرت عبدالرحمن بن عائش، معاذ بن جبل اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے حضور علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

اللہم انی اسئلك فعل الخیرات و ترک المنكرات و حب المساكین، و ان تغفر لی و ترحمنی و اذا اردت بعبادتک فتنة فاقبضنی الیک غیر مفتون اللهم انی اسئلك حبك و حب من یحبک و حب عمل یقربنی الی حبك۔ (۱۰)

اور امام ترمذی نے مزید ابو داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے ”اللہم اجعل حبک احب الی من نفسی و اہلی و من الماء البارد۔“ اے اللہ! میں تجھ سے اچھے اعمال کرنے، برے اعمال چھوڑنے اور مساکین سے محبت کی توفیق مانگتا ہوں۔ اور تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ اور جب تو لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے محفوظ و مامون اپنی طرف اٹھالینا۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور تیرے محبوبوں کی محبت اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت کے لائق بنا دے۔

اے اللہ! اپنی محبت کو میرے لیے میری ذات، میرے اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔

(۱۲) امام ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ ”عمل الیوم و اللیلة“ میں اور ابوالشیخ،

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ”ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھ اٹھا کر کہو:

”اللهم الهی الہ ابراهیم واسحاق و یعقوب و الہ
جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلك ان تستجیب
دعوتی فانی مضطرو تعصمنی فی دینی فانی مبتلی
وتنالی برحمتک فانی مذنب و تنفی عن الفقر فانی
متمسکن“

اے اللہ! اے میرے معبود! اے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے
معبود! اور اے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود! میں تجھ
سے اپنی دعا کی قبولیت کا سوال کرتا ہوں۔ مولا! میں متزلزل ہوں
مجھے دین میں مضبوطی عطا فرما! بلاشبہ میں مصیبت زدہ ہوں مجھے
اپنی رحمت سے وابستہ فرما، میں گنہگار ہوں، مجھ سے مفلسی کو دور
فرما، مولا میں تو عاجز و مسکین ہوں۔ (۱۲)

(۱۳) امام ابن السنی نے عمل الیوم واللیة میں ہی حضرت ابو امامہ رضی اللہ
عنه کی روایت نقل کی ہے، کہ فرانس و نوافل کے بعد جب بھی میں نبی علیہ السلام کے
قریب ہوا، یہی الفاظ سنے، آپ دعا کرتے:

”اللهم اغفر لی ذنوبی و خطایای کلہا اللهم انعشنی
واجبرنی و اهدنی لصالح الاعمال و الاخلاق انه لا
یهدی لصالحہا و لا یصرف سیئہا الا انت۔

اے اللہ میرے تمام گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے، اے اللہ! مجھے
ہلاکت سے بچا اور مجھے غالب کر دے اور مجھے اچھے اعمال و اخلاق کی طرف مائل فرما،
بے شک تیرے سوا کوئی بھی اچھے اعمال و اخلاق کی ہدایت دینے والا اور برے اعمال

واخلاق سے بچانے والا نہیں۔

(۱۴) امام ابن السنی "عمل الیوم واللیة" میں اور طبرانی اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے اور طبرانی کے الفاظ میں جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا کرتے:

اللہم اجعل خیر عمری آخرہ وخیر عملی خاتمہ

وخیر ایامی یوم القاک۔ (۱۴)

اے اللہ! میری عمر کے آخری حصے کو بہترین بنا اور میرے اچھے عمل کو میرا آخری عمل بنا اور اپنی ملاقات کے دن کو میرا بہترین دن بنا۔

میں (مصنف) کہتا ہوں منطلقاً نماز اور فرائض کے بعد ذکر و دعا کے بارے میں ہماری ذکر کردہ احادیث کے علاوہ بھی بہت ساری معتبر روایات وارد ہیں جن کا تذکرہ امام جزری رحمۃ اللہ علیہ کی "حسن حصین" امام ابن السنی کی "عمل الیوم واللیة" اور امام سیوطی "الکلم الطیب" وغیرہ میں موجود ہے۔ لیکن میں نے احتیاط کے پیش نظر ان میں سے اس قدر پر اکتفا کیا ہے جو ایک باعمل مومن کے لیے کافی ہے۔ بالکل اسی طرح نماز کے بعد دعا نہ کرنے والے کا رد بھی حدیث شریف میں آیا ہے۔

(۱۵) امام ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الصلاة مشنی مشنی وتشهد فی رکعتین وتبائس و

تمسکن وتقنع یدیک وتقول اللهم اغفر لی فمن لم

یفعل ذالک فهو خداج۔ (۱۵)

نماز دو دو رکعت ہے یعنی (نفل نماز افضل دو دو رکعت ہے) ہر دو رکعت میں ایک قعدہ (تشہد) ہے۔ خشوع اور مسکنت ہے۔ اور تم اپنے دونوں ہاتھ (بارگاہِ الہی میں) پھیلا کر عرض کرو، اے اللہ! مجھے بخش دے۔ جس شخص نے ایسا نہ کیا وہ خسارے میں ہے۔ یعنی اس کی نماز ناقص ہے۔

الفاظ کی تشریح:

”تشہد فی کل رکعتین“ قول ثنی کی تفسیر ہے جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ثنی ثنی کے الفاظ نماز تہجد (نوافل) کے بارے میں ہیں، اور ایسے ہی تشہد (قعدہ) کا بیان بھی اسی ضمن میں ہے۔ تباؤس و تمسکن کے الفاظ جن پر وقف کیا گیا ہے، فعل مضارع تاء محذوف کے ساتھ تخفیف کے لیے آیا ہے۔ لفظ تباؤس یعنی دعا میں عاجزی و زاری، بُؤس سے خشوع کے معنی میں بے سرو سامانی اور محتاجی کے اظہار کے لیے آیا ہے، اور لفظ تمسکن سے اظہار مسکنت اور دعا میں گڑ گڑاہٹ مراد ہے۔ جبکہ ”تقنع یدیک“ اپنے ہاتھ پھیلا کر بلند کرو (یہ نہا یہ میں بیان کیا گیا ہے) ”خدا ج“ سے مراد ناقص و نامکمل ہے۔ اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کا حکم اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس دعا سے مراد سلام پھیرنے کے بعد والی دعا ہے، کیونکہ سلام سے پہلے والی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے اور نہ ہی کسی سے ایسا کہا جائے گا۔

”مفاتیح الجنان المعروف شرح شرعة الاسلام“ میں حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ ”نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا:

”ومن لم يفعل ذالک فهو خدا ج“ پھر اس حدیث کی شرح کرتے

ہوئے فرمایا یعنی جس شخص نے نماز کے بعد اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اپنے چہرے کی

طرف کرتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں نہ پھیلا یا وہ حصول مقاصد سے محروم رہا اور ایسا کرنے کے باعث اس کی نماز عند اللہ ناقص ٹھہری۔ جیسا کہ ”تنویر“ میں اس کی تحقیق ہے۔

(۱۶) امام ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو رُمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی اور رُخ انور پھیر اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا تا کہ فرائض کے ساتھ ہی سنتیں ادا کرے (اس پر) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے اٹھے اور اس کے کندھے سے پکڑ کر فرمایا: بیٹھ جا، اہل کتاب کی ہلاکت کا باعث یہی تھا کہ وہ اپنی نماز کے درمیان وقفہ نہیں دیتے تھے، حضور علیہ السلام نے نگاہ مبارک اٹھائی اور فرمایا: ”اصاب اللہ بک یا ابن الخطاب“ (اے خطاب کے بیٹے! اللہ تجھے حق پر قائم رکھے۔) (۱۶)

صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو نماز کے بعد ذکر کے باب میں نقل کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی فارسی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ مصنف کا اس حدیث کو اس باب میں نقل کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وقفہ نہ دینے سے مراد نماز کے بعد دعا کا ترک کرنا ہے یعنی فرض نماز کے بعد ذکرنا چاہیے جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہے۔

اس کے بعد کھڑا ہو جائے، یوں یہ حدیث سنت کے متصل فرض نہ پڑھنے پر دلالت کرتی ہے۔

شیخ محدث دہلوی مشکوٰۃ کی عربی شرح میں فرماتے ہیں: اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ عمل جائز ہے: ان ماکان ماثورا فی الاحادیث من الادعیۃ لا یوجب قراءتھا کراہۃ تاخیر السنۃ

احادیث میں مذکور دعائیں پڑھنے کے باعث سنتوں میں ہونے والی تاخیر سے کراہت لازم نہیں آتی۔ ”فتاویٰ صوفیہ“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت تفسیر بستی سے منقول ہے کہ نماز کے بعد ذکر و دعا نہ کرنے والا اس وقت تک لائق معافی نہیں جب تک اس کی عقل میں فتور واقع نہ ہو جائے۔

(۱۷) صاحب ”فتاویٰ الحجۃ“ کہتے ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: من استغفر بعد کل صلوٰۃ مکتوبہ. وان کان اکثر من رمل عالج۔ جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد دس بار مغفرت چاہی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اگرچہ وہ علاقہ عالج کی ریت کے ذرات سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔

عالج لام کی زیر کے ساتھ دیا عرب میں سے ایک علاقے کا نام ہے جس میں ریت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ یہ ایک راہ کو دوسرے سے ملانی والی شاہراہ ہے جس کا بلندی والا حصہ میامہ کے داخلی حصے سے متصل ہے اور نیچے والا نجد سے ملتا ہے۔ یہ علاقہ کئی دنوں کی مسافت پر مشتمل ہے، یہاں تک کہ شیخ بکری کہتے ہیں ”عالج“ عرب کی اکثر زمین پر محیط ہے۔

فقیر ابو الیث اپنی کتاب ”تنبیہ الغافلین“ کے باب الدعوات میں فرماتے ہیں۔ جو شخص ہر نماز کے بعد ان پانچ کلمات کے ساتھ دعا کرے گا اس کا نام ابدالوں میں لکھا جائے گا۔

”اللَّهُمَّ أَصْلِحْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، اللَّهُمَّ أَرْحَمْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ،

اللَّهُمَّ فَرِّجْ عَنُ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَأُمَّةِ مُحَمَّدٍ،

اللَّهُمَّ أَسْلِمْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، وَلِجَمِيعِ مَنْ آمَنَ بِكَ۔

اے اللہ! امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح فرما، اے اللہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما، اے اللہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانیاں دور فرما، اے اللہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرما، اے اللہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل ایمان کو سلامت رکھ۔

(۱۸) امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، ارشاد باری تعالیٰ: فاذا فرغت فانصب کی تفسیر میں نقل کیا ہے، قال: اذا فرغت من الصلاة فانصب الى ربك بالدعاء واساله حاجتك۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یعنی جب تم نماز سے فراغت پاؤ تو دعا کے ذریعے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور اس سے اپنی حاجات مانگو۔ (۱۹) اور ابن ابی الدنیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔ فاذا فرغت من الصلاة فانصب الى الدعاء، والى ربك فارغب في المسئلة۔ (پس جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں مشغول ہو جاؤ اور اپنی حاجات کے ساتھ متوجہ الی اللہ رہو۔)

(۲۰) امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں: فاذا فرغت فانصب، قال اذا صلّيت فاجتهد في الدعاء والمسئلة۔ امام مجاہد نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔

(جب تم نماز پڑھ چکو تو دعا مانگنے اور سوال کرنے کا خاص اہتمام کرو۔)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر ابن المنذر اور ابن نصر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "فاذا فرغت فانصب" قال "اذا

فرغت عن صلاتك فانصب في الدعاء۔“

فرمایا، جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو تو دعائیں مشغول ہو جاؤ۔

(۲۲) امام عبد بن حمید، اور ابن نصر ضحاک سے اسی آیت کے بارے روایت کرتے ہیں۔

قال: اذا فرغت من الصلوة المكتوبة فارغب الى ربك في

المسئلة والدعاء

انہوں نے کہا: جب تو فرض نماز سے فراغت پائے تو اپنے رب کی طرف

سوال اور دعا کے ساتھ مائل ہو۔

(۲۳) عمدة الابرار میں صلوة مسعودی کے حوالے سے منقول ہے۔

”انه قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعد كل فريضة

دعوة مستجابة۔“ (۱۷)

بلاشبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ہر فرض نماز کے بعد کی جانے والی دعا مقبول

ہوتی ہے۔

(۲۴) صاحب تاج المصادر: باب تفعیل میں کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا

ہے ”من عقب في صلاة فهو في صلاة“ جو نماز کے بعد ٹھہرا وہ نماز میں ہے،

اس کا معنی ہے، جو شخص نماز کے بعد ذکر اور دعا کیلئے بیٹھا رہا وہ ثواب اور اجر کے

اعتبار سے نماز میں ہی شمار ہوگا۔

علامہ ابن ارسلان رطی اپنی تصنیف ”تہذیب الاذکار“ میں اس حدیث کو نقل

کرنے کے بعد کہتے ہیں:

ان التعقيب في الصلاة هو الجلوس انقضاء هالل دعاء

نماز میں تعقیب کے معنی ہیں، نماز کی تکمیل کے بعد دعا کے لیے بیٹھنا۔
 (۲۵) صاحب ”تفسیر العمدة“ از بعین امام زاہد المروزی سے حدیث نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من قرء آية الكرسي في دبر كل صلاة مكتوبة لم يكن بينه و
 بين الجنة حجاب الا ان يموت ويدخل الجنة

جس نے ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، اس کے اور جنت کے مابین کوئی پردہ نہیں۔ جو وہی وہ مرتا ہے جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

(۲۶) امام محمد بن محمد شمس الدین الجزری ”حسن حصین“ میں لکھتے ہیں۔

”من قرء آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من
 دخول الجنة الا ان يموت۔ (۴) رواه النسائي وابن حبان في صحيحه
 وابن السني في عمل اليوم والليلة۔“

جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی تلاوت کی کوئی چیز اس کے اور جنت کے مابین حائل نہیں ہوتی، سوائے موت کے۔ اسے نسائی نے روایت کیا، ابن حبان نے اپنی صحیح اور ابن السنی نے ”عمل اليوم والليلة“ میں روایت کیا۔

حضرت ملا علی قاری، شرح ”حسن حصین“ میں اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ تمام روایات حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔ ”اصول الصغار“ میں ہے، جس نے نماز پڑھی اور ان کلمات سے دعا مانگی ”اللهم اغنني بالعلم وزيني بالحلم واكرمني بالتقوى وجملي بالعافية كتبت صلاته باربع مائة صلاة۔“

اے اللہ! مجھے علم کی دولت عطا فرما، اور حلم سے زینت دے، اور مجھے تقویٰ کی

عزت دے اور مجھے عافیت عطا فرما، اس کے لیے چار سو نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

فصل ثانی

فرض نماز کے بعد دعا کے سنت مستحب ہونے کے بارے میں منقول فقہی

روایات کا بیان۔

مصنف کہتے ہیں:

(۱) شرعۃ الاسلام میں ہے: ”ویغتنم ای المصلی الدعاء بعد

المکتوبہ“ فرض نماز کے بعد دعا (نمازی کے لیے) غنیمت ہے۔“

صاحب ”مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام“ میں کہتے ہیں (فرض کے بعد

یعنی سنتوں سے پہلے۔)

(۲) نور الایضاح اور اس کی شرح ”امداد الفتاح“ میں ہے ”ثم بعد الفراغ

عن الصلاة يدعو الامام لنفسه و—الفراغ من الدعاء۔

پھر نماز سے فراغت کے بعد امام اور مسلمان اپنے لیے سینے کے برابر ہاتھ

اٹھا کر دعا مانگیں، اور ہتھیلیوں کا رخ چہرہ کی طرف رکھتے ہوئے خشوع و خضوع کا

مظاہرہ کریں اور پھر آخر میں ہاتھوں کو چہروں پر پھیریں یعنی دعا کے اختتام پر۔

(۳) علامہ ابن ارسلان رملی اپنی کتاب ”تہذیب الاذکار“ میں کہتے ہیں:

قد اجمع العلماء—احادیث کثیرة۔

نماز کے بعد ذکر و دعا کے مستحب ہونے پر علماء کا اجماع رہا ہے۔ اس ضمن

میں کافی احادیث وارد ہیں۔

(۴) صاحب ”فتاوی الصوفیہ“ بستی سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں

نے اپنی تفسیر میں آیت کریمہ فاذا قضیت الصلاة فاذا ذکر اللہ قیاما و قعودا
و علی جنوبہم کی تفسیر میں کہا ہے۔

ای اذکرو اللہ — من الصلوٰۃ۔

نماز کے بعد اللہ کا ذکر کرو اور اس سے دعا مانگو۔

(۵) فتاویٰ صوفیہ ہی میں ”جامع المضممرات“ کے باب ”صلاة الکسوف“ اور
”تحفۃ“ کے حوالے سے منقول ہے: ان من السنة — فارغب۔

فاذا فرغت فانصب، والی ربک فارغب سے ثابت ہے۔

(۶) فقیہ ابواللیث ”بستان“ کے آداب وضو و صلوٰۃ میں کہتے ہیں:

جب نمازی نماز سے فارغ ہو تو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے، اپنے
والدین اور تمام مسلمین، مسلمات کے لیے دعا کرے۔

(۷) صاحب ”فوائد الجامع الصغیر“ باب تکبیر فی الصلوٰۃ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور
اس کی اقسام کے بیان میں کہتے ہیں۔

ان الدعاء موضعہ آخر الصلاة قال اللہ تعالیٰ فاذا فرغت

فانصب ای — للدعاء۔ بے شک دعا کا محل نماز کا اختتام ہے، فرمان باری تعالیٰ
ہے: ”جب تم فارغ ہو جاؤ تو دعا میں مشغول ہو جاؤ۔“

(۸) اور ”منافع“ میں تفسیر آیت فاذا فرغت کے تحت ہے:

جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کا اہتمام کرو اور ”والی رب

فارغب“ یعنی خاص طور پر اس کی رغبت رکھو اور اس سے اس کا فضل ہی مانگو۔

(۹) اور صاحب مبسوط کہتے ہیں:

جب تم اپنی نماز سے فراغت پاؤ تو اللہ تعالیٰ کی طرف دعا کے لیے متوجہ ہو

جاؤ بے شک یہ قبولیت کے زیادہ لائق ہے۔

(۱۰) علامہ عینی حنفی شرح بخاری کے باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”ان من فوائد الحدیث استحباب الذکر عقب الصلوٰۃ لانها اوقات فاضلة یرتجى فیها اجابة الدعاء۔“

اس حدیث کے فوائد میں سے نماز کے بعد ذکر کا مستحب ہونا بھی ہے کیونکہ متبرک اوقات میں قبولیت دعا کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

(۱۱) صاحب ”فتوح الاوراد“ فرماتے ہیں:

”ايس دست برداشتن بعد از نماز و دعا کردن سنت است مستحبہ، چنانکہ از احادیث مستفاد میشود، دور احادیث صحیحہ مقرر شدہ کہ طریقہ دعا دست برداشتن بکیفیت متعارف است۔“

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت مستحبہ ہے، جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور احادیث صحیحہ سے واضح ہو چکا ہے کہ فرائض کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ صحاح ستہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ دعا کا (صحیح) طریقہ، مروجہ انداز میں ہاتھ اٹھانا ہے۔

(۱۲) ”شرح توزیع الاوقات“ میں العقائد السنیۃ اور ”منہج العمال“ کے حوالے سے منقول ہے:

”ان الدعاء بعد الصلوٰۃ المكتوبة مسنون و كذا رفع اليدين ومسح الوجه بعد الفراغ۔“

فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے اور اس طرح دونوں ہاتھ اٹھانا اور آخر

میں ہاتھوں کا چہرے پر پھیرنا بھی سنت ہے۔

(حضرت مصنف کہتے ہیں) ہم نے ان دو فصلوں میں احادیث نبویہ اور روایات فقہیہ میں سے جو کچھ نقل کیا ہے، ان سب کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ یہ جو حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح ”صراط المستقیم“ میں لکھا ہے:

”البتہ یہ دعا جو ائمہ مساجد سلام پھیرتے ہی مانگتے ہیں، جیسا کہ عرب و عجم میں معروف ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ نہ تھا، اور اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی ثابت نہیں ہے۔ یہ بدعت حسنہ ہے۔“

اس کا کیا جواب ہے؟ میں (مصنف) کہتا ہوں، اس کے کئی جوابات ہیں:

(۱) یہ کہ علامہ فتح محمد بن شیخ عیسیٰ شطاری، صاحب ”مفتاح الصلوٰۃ“ اپنی کتاب فتوح الاوراد میں کہتے ہیں جس کا خلاصہ یوں ہے کہ

ان الشيخ عبدالحق انما حکم بكونه بدعة لانه لم يطلع على الاحاديث المروية في الصحاح الستة وغيرها الواردة في الادعية الماثورة بعد الصلوة، انتهى

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے اس پر بدعت ہونے کا حکم اس لیے لگایا ہے کہ وہ صحاح ستہ میں مروی احادیث کے علاوہ دیگر ماثورہ دعاؤں پر مطلع نہ ہو سکے جو نماز کے بعد مانگی جاتی ہیں۔ اس لیے انہوں نے کہا ہے

دریں باب بیچ حدیثی وارد نہ شدہ

(۲) یہ کہ اگر شیخ کے خیال میں نماز کے بعد دعا مانگنا اصل کے اعتبار سے بدعت

ہے، تو بے شک یہ قول بھی غلط ہے۔ کیونکہ ان دو فصلوں میں ہماری نقل کردہ احادیث و روایات فقہیہ جو فرض کے بعد دعا کے سنت ہونے پر دلالت کرتی ہیں سے ان کی اس بات کا رد ہوتا ہے۔

(۳) اگر شیخ کے خیال میں اس مخصوص کیفیت کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر نماز کے بعد دعا مانگنا اور مقتدیوں کا آمین آمین کہنا بدعت ہے، تو یہ بھی درست نہیں، اس لیے کہ ہاتھ اٹھانا دعا کی سنتوں میں سے ہے اور دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا اور سامعین کا (امام کے ساتھ) آمین آمین کہنا بھی دعا کی سنتوں میں سے ہے یہ اعمال باوجود یہ کہ سنت موکدہ نہیں سنت مستحبہ میں سے ہیں مگر کئی سنتوں پر مشتمل ہونے کے باوصف اس پر بدعت کا اطلاق درست نہیں، دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا بھی سنت ہے جو احادیث اور روایات فقہیہ سے ثابت ہے۔ ان احادیث میں سے ایک وہ ہے جسے ابو داؤد نے خلاد بن سائب سے اور انہوں نے اپنے والد سے یا سائب بن یزید سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے۔

قالہ کان رسول اللہ اذا دعا رفع یدیه ومسح وجہہ بیدیه رواہ

الطبرانی فی معجم الکبیر۔۔۔ (۱۹)

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگا کرتے تھے اور (بعد ازاں) دونوں ہاتھ اپنے چہرہ اقدس پر پھیرتے، طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں خلاد بن سائب سے ان کے والد کی روایت نقل کی ہے۔

ان ہی روایات میں سے ایک وہ ہے جسے ترمذی نے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیه فی

الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه... وروى ابو داؤد عن ابن عباس عن النبي عليه السلام نحوه۔ (۲۰)

رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو کبھی انہیں چہرہ اقدس پر پھیرے بغیر ہی چھوڑتے۔ ابو داؤد نے ایسی ہی حدیث بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کی ہے۔

ان روایات میں سے ایک امام ابن الجزری ”حسن حصین“ میں لائے ہیں۔ ان من آداب الدعاء رفع اليدين رواه الجماعة يعني اصحاب الكتب الستة وان يكون رفعهما حذو المنكبين۔ (۲۱) رواه الامام احمد في مسنده و ابو داؤد في سننه و ابو بكر ابن ابي شيبة في مصنفه۔

دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھانا آداب دعا میں سے ہے۔ اسے ایک جماعت یعنی اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا اور کندھوں تک (ہاتھ اٹھانے والی روایات کو امام احمد نے اپنی مسند، ابو داؤد نے سنن اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے۔ اور ایک روایت جو ابن عباس سے مروی ہے:

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قاله المسئلة ان ترفع يديك حذو منكبيك او نحوهما رواه ابو داؤد۔۔۔ (۲۲) واللفظ له والحاكم في المستدرک۔

بلاشبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دعا (کا طریقہ) یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک یا ان کے برابر بلند کرو۔ اسے ابو داؤد نے اپنے الفاظ میں روایت کیا اور حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا ہے۔

ایک روایت (اسی سلسلے میں) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رفع الايدي من الاستكانة التي قاله فما استكانوا الربهم وما يتضرعون۔ (المؤمنون: ٤٦)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں ہاتھ اٹھانا انکسار کا حصہ ہے، جس کے بارے میں ارشاد ہے، پس وہ اپنے رب کے سامنے الحاح و زاری اور خشوع اختیار نہیں کرتے۔

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں مشہور احادیث بکثرت ملتی ہیں۔ روایات فقہیہ میں سے ایک صاحب ”القنیۃ“ کی روایت ہے:

المستحب ان يرفع يديه عند الدعاء بحذاء صدره كذا روى ابن عباس من فعل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔

مستحب یہ ہے کہ (دعا مانگنے والا) اپنے دونوں ہاتھ سینے کے برابر اٹھائے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی علیہ السلام کے عمل سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک شیخ رحمت اللہ السندی کا قول ان کی (تصنیف) ”المنسک المتوسط“ میں ہے:

من آداب الدعاء رفع اليدين للدعاء ثلاثا وافتتاحه الحمد والصلاة۔

دونوں ہاتھ اٹھانا، تین بار دعا کا دہرانا اور حمد و صلوة سے شروع کرنا دعا کے آداب میں سے ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ”منسک“ کی شرح میں فرماتے ہیں:

ان هذه الثلاثة من مستحبات مطلق الدعاء۔ (یہ تینوں ہر حال میں دعا کے مستحبات میں سے ہیں۔)

ابھی ہم نے ”العقائد السنیة“ اور ”منہج العمال“ کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں ان سے فرائض کے بعد دعا میں رفع یدین کا سنت ہونا صراحتاً ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح ابھی ہم نے ”شرعۃ الاسلام“ اور ”امداد الفتاح“ سے جو کچھ پیش کیا، اس سے بھی واضح طور پر نماز سے فراغت کے بعد (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھانے کا تقاضا سامنے آتا ہے۔

دعا سے فراغت پر ہاتھوں کا چہرے پر پھیرنا بھی دعا کی سنتوں میں سے ہے اور احادیث و روایات فقہیہ سے ثابت ہے۔

(۱) ان میں سے ایک حدیث ابھی ابھی بسلسلہ رفع الیدین ابو داؤد اور طبرانی کی روایات میں گزری ہے اور مزید انہی روایات میں ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم کے حوالے سے آرہی ہیں۔

(۲) امام ترمذی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لائے ہیں:

”کان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یردھا حتی یمسح بہما وجہہ۔“ (۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو کبھی انہیں چہرہ اقدس پر پھیرے بغیر نہ لوٹاتے تھے۔

(۳) ان میں سے ایک روایت کا اخراج ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کیا ہے:

”قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا فرغت من الدعاء فمسح بیدیک وجہک۔“

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے

دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرو۔“

اس سلسلہ میں فقہی روایات بھی بے شمار ہیں، جن میں سے کچھ ہم نے اس رسالہ میں موقع بہ موقع نورالایضاح، اس کی شرح ”امدادالفتاح“ مواہب الرحمن اور اس کی شرح ”البرہان“، ”عقائد السنیہ“ اور منہج العمال کے حوالہ سے نقل کی ہیں اس طرح مقتدیوں کا آمین، آمین کہنا بھی دعا کی سنت ہے اور یہ بھی احادیث و روایات فقہیہ سے ثابت ہے۔

(۱) ان احادیث میں سے امام جزری کی ”حسن حصین“ میں روایت ہے۔

”ان من آداب الدعاء تامين المستمع“

سامع کا آمین کہنا آداب میں سے ہے۔ اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور

نسائی نے روایت کیا ہے۔

(۲) ”ومن آدابه مسح وجهه بیدیه بعد فراغہ“ اور فراغت کے بعد

دونوں ہاتھوں کا چہرے پر پھیرنا بھی آداب دعا میں سے ہے۔

اسے ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان نے اپنی صحیح اور حاکم نے مستدرک

میں روایت کیا ہے۔

(۳) ان میں سے وہ روایت بھی ہے، جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما

السلام کو دعائے مانگنے کا حکم دیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے دعائے مانگی اور ہارون علیہ السلام نے

آمین، آمین کہا، پس حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں کی دعا قبول فرمائی۔ جیسا کہ قرآن

عظیم الشان میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

”قال قد اجبت دعوتكما“ تحقیق تم دونوں کی دعا قبول ہوگئی۔

مختلف تفاسیر میں ایسا ہی ہے۔

اس حوالہ سے روایات فقہیہ قبل ازیں ہم کتب فقہ سے نقل کر چکے ہیں۔

الباب الثانی

اس بات کے بیان میں کہ دعا بعد از فرائض اور سنتیں ادا کرنے سے پہلے نہ صرف بلا کراہت جائز بلکہ سنتوں کے بعد مانگنے کی نسبت زیادہ افضل ہے۔ اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

فصل اوّل ان احادیث پر مشتمل ہے جو اس موقف پر دلالت کرتی ہیں۔

اس سے پہلے باب اول میں ہماری بیان کردہ معروضات کے حوالے سے آپ جان چکے ہیں کہ فرائض کے بعد دعا مانگنا سنت مستحبہ ہے۔ بقیہ کلام اس ضمن میں ہے کہ کیا فرائض کے بعد اور سنتوں سے قبل دعا مانگنا مکروہ ہے یا نہیں۔

تو ہم کہتے ہیں کہ باب اول میں ہم بخاری کی تاریخ اوسط کے حوالے سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پیش کر چکے ہیں کہ:

”انه كان يدعو ادبر كل صلوة وقد نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان يخص الامام نفسه بالدعاء دون المؤمنين“ فقد اخرج ابو داؤد في سننه وغيره

”انه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الامام اذا دعاء لنفسه خاصه ولم يدع للمؤمنين فقد خانهم۔“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ امام مقتدیوں کو چھوڑ کر صرف اپنے لیے دعا مانگے۔ اور ابو داؤد نے اپنی سنن اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے کہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو امام صرف اپنی ذات کے لیے دعائے ننگے اور اپنے مقتدیوں (مومنوں) کیلئے دعائے کرے: وہ خائن ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح، ابو داؤد نے سنن اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

”سئلت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن صلوة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظهر اربعاً ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یدخل فیصلی بالناس العصر ثم یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یصلی بالناس العشاء فیدخل فی بیتی فیصلی رکعتین“، الحدیث فی آخرہ وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین ثم یدخل فیصلی بالناس صلاة الفجر۔ (۲۵)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”کہ آپ میرے گھر میں ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے اور پھر باہر تشریف لے جا کر لوگوں کے ساتھ ظہر کے فرائض ادا فرماتے پھر اندر تشریف لا کر دو رکعت ادا فرماتے۔ پھر باہر جا کر لوگوں کے ساتھ عصر کی نماز ادا فرماتے (اور وہیں تشریف فرما رہ کر لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرماتے اور اندر آ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ پھر (عشاء کے وقت) باجماعت نماز عشاء پڑھ کر میرے حجرہ میں داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھا کرتے تھے، اس حدیث کے آخر میں ہے۔ اور جب صبح صادق ہوتی تو دو رکعت پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر باجماعت ادا فرماتے۔

امام ترمذی نے شمائل اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں عبداللہ ابن سعد انصاری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:

سئلت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایما
افضل الصلاة فی البیت او الصلوة فی المسجد، قال لان
اصلى فی بیتی احب من ان اصلى فی المسجد الا ان
تكون صلاة مكتوبة۔

حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ نماز گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے یا مسجد
میں آپ نے فرمایا کہ گھر میں نماز پڑھنا مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ پسند ہے
سوائے فرض نمازوں کے۔

امام بخاری و مسلم اور دیگر ائمہ نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الصلاة
صلاة المرء فی بیتہ الا المكتوبة۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی فرد کی بہترین نماز وہ ہے جسے وہ
اپنے گھر میں ادا کرے سوائے فرضوں کے۔

اسے ترمذی نے بھی روایت کیا، اور ایک باب میں اسے حضرت عمر بن
خطاب، جابر بن عبد اللہ، ابی سعید، ابو ہریرہ، ابن عمر، سیدۃ عائشہ، عبد اللہ بن سعد اور
زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب نے روایت کیا ہے۔

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی حضرت کعب بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی مسجد

عبدالاشہل فصلی بہم المغرب فلما قضاوا صلاتہم راہم یسبحون ای
یتنفلون فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ہذہ صلاة البیوت“۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبی عبدالاشہل میں تشریف لائے اور ان
کے ساتھ نمازِ مغرب ادا فرمائی۔ جب قبیلہ والے نماز پڑھ چکے تو آپ نے ملاحظہ فرمایا
کہ وہ نوافل پڑھ رہے ہیں، (یہ دیکھ کر) آپ نے فرمایا: یہ گھروں کی نماز ہے۔

مصنف فرماتے ہیں، اس قسم کی تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں
کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوافل اور سنتیں کا شانہ اطہر میں ادا فرماتے تھے، پہلی
حدیث تو واضح طور پر اس کی دلیل ہے جبکہ بقیہ روایات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک افضل اور اپنے پسندیدہ عمل کو جس کا تعلق عبادات سے
ہے ترک نہیں فرماتے ہوں گے۔

اسی لیے ”منیۃ المصلی“ میں کہا گیا ہے:

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یصلی جمیع

السنن والوتر فی البیت۔ (۲۸)

نبی علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ تمام سنن اور وتر گھر میں ادا

فرماتے تھے۔

اور شارحین ”منیۃ المصلی“ نے اسے برقرار رکھا ہے۔ اس حدیث سے

دو باتیں معلوم ہوتی ہیں، پہلی یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نماز کے بعد اپنے لیے اور

اپنے ساتھ نماز پڑھنے والے مسلمانوں کے لیے دعا فرماتے تھے، دوسری یہ کہ آپ کی

یہ دعائیں پہلے ہوتی تھی اور باقی لوگ اس وقت دعا کے لیے ٹھہر رہے تھے۔

یہاں موقف ثابت ہو رہا ہے۔

الفصل الثانی

ان روایات فقہیہ کے بیان میں جو فرائض کے بعد اور سنتوں سے پہلے دعا مانگنے کے بلا کراہت جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ ان سے دعا قبل از سنن کی فضیلت بعد از سنن والی دعا پر بھی ثابت ہوتی ہے۔

مصنف کہتے ہیں، مفاتیح الجنان شرح شرعہ الاسلام میں ہے:

”ویغتنم المصلی الدعاء — مستجاب بالحديث۔“

(نمازی کے لئے فرائض کے بعد قبل از سنن دعا مانگنا بہتر ہے جیسا کہ بقال سے روایت کیا گیا ہے، کہ افضل یہ ہے کہ سنتوں سے پہلے دعا میں مشغول ہو جائے اور یہی ہمارے زمانے میں مشہور و معمول ہے۔ جبکہ حدیث کی رو سے یہ عمل مقبول بھی ہے۔) اور مزید حضرت حسن بصری کی حکایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ہمسایہ تھا جو لکڑیاں اپنی کمر پر اٹھا کر بیچتا تھا، نماز میں اس کا معمول تھا کہ جب امام سلام پھیرتا تو وہ جلدی سے مسجد سے باہر نکل جاتا، ایک دن حضرت حسن بصری نے اس سے کہا، اے شخص! تو کیوں گھڑی بھر کے لیے بیٹھنا گوارا نہیں کرتا اگر تجھے آخرت کی کوئی ضرورت نہیں تو کیا دنیا کی حاجات سے بھی تو لا تعلق ہے، نماز کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر اور اس سے وہ (لکڑی کا) گٹھا مانگ جسے تو اپنی پشت پر اٹھاتا ہے۔

مفاتیح الجنان کے علاوہ مواہب الرحمن میں ہے اور اس کی شرح ”البرہان“ کے الفاظ ہیں، امام کے لیے سلام کے بعد مستحب ہے کہ وہ تین بار استغفر اللہ کہے اور

آیۃ الکرسی کے علاوہ معوذات پڑھے اور ”اللهم انت السلام ومنک السلام
تبارکت یا ذا الجلال والا کرام اور وہ اور ادا پڑھے جن کا فرائض کے بعد پڑھنا
حدیث میں وارد ہے۔ جیسا کہ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له..... الخ
اللهم لا مانع لما عطیت..... الخ آگے کہتے ہیں کہ پھر امام اپنے لیے اور
مسلمانوں کے لیے جامع اور ماثور و مسنون انداز میں دونوں ہاتھ سینے کے برابر اٹھا
کر، ہتھیلیاں پھیلائے ہوئے، ان کو اپنے چہرے کی طرف رکھ کر خشوع و خضوع سے
دعا مانگے اور آخر میں دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرے۔

اور یہ فرض و سنت کے درمیان دعا مانگنے کے جواز پر نص ہے بلکہ استحباب پر
کیونکہ یہاں یوں نہیں کہا گیا کہ پھر وہ سنتیں ادا کرے اور پھر دعا مانگے اور دوسرا قرینہ
وظیفہ ”اللهم انت السلام“ کا پڑھنا ہے جو یقیناً فرض و سنن کے مابین ہی پڑھا
جائے گا۔ جبکہ تیسرا قرینہ استحباب کا۔

ماورد بعد کل صلاة مكتوبة (یعنی جو کچھ فرائض کے بعد پڑھا جانا
منقول ہے۔) ”فتاویٰ صوفیہ“ میں نصاب الفقہ کے حوالے سے مذکور ہے۔

انه اذا فرغ الامام من صلاة المغرب يستحب له ان يشتغل
بالدعاء قليلا ثم يصلي ركعتين۔“

جب امام نماز مغرب سے فارغ ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ مختصر دعا
مانگے اور پھر دو رکعت پڑھے۔

فقہ ابواللیث نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

الکافی کی فصل تکبیرات التشریق کے مقام ”الفرق بین تکبیرات

العیدین و تکبیرات التشریق“ میں صاحب کنز کہتے ہیں۔

ان تکبیرات التشریق عقیب الصلوٰۃ و ہذا موضع الذکر
والدعاء بالنص "انتھی

ایام تشریق میں کہی جانے والی تکبیریں نماز (فرض) کے بعد ہوتی ہیں اور
یہ موقع از روئے نص دعا اور ذکر کا ہے۔

یہاں نص سے "فاذا فرغت فانصب" کی طرف اشارہ ہے اور
"المحیط البرہانی" میں ہے۔

"ان تکبیرات التشریق یوتی بہا عقیب الصلوٰۃ و ہذا موضع
الذکر والدعاء۔"

ایام تشریق کی تکبیریں نماز (فرض) کے بعد کہی جاتی ہیں اور یہ موقع ذکر و دعا
کا ہے۔

کافی اور محیط کی عبارت سے صریحاً واضح ہو رہا ہے کہ دعا کا موقع فرائض
کے بعد اور سنت سے پہلے ہے اسی لیے دونوں نے کہا ان موضع تکبیر التشریق
موضع الدعاء۔"

اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ تکبیرات فرائض کے بعد قبل از سنت کہی جاتی
ہیں۔ صاحب "امداد الفتاح" حضرت علامہ شرنبلالی اپنی شرح منظومۃ ابن وہبان
میں کہتے ہیں: "انہ ذکر شمس الائمة" یعنی "الحلوائی جواز تاخیر السنة
بعد الفرض للاشتغال بالدعاء والورد" (شمس الائمة حلوائی نے فرض کے بعد
دعا اور وظائف کے لیے سنتوں میں تاخیر کا جواز بیان کیا ہے۔) جہاں تک فرض کے
بعد سنتوں میں تاخیر کی بات ہے، تو اس حوالے سے "المحیط البرہانی" میں کہا گیا ہے۔

اور جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو اس پر سب کا اجماع ہے کہ وہ اپنی

جگہ پر کسی بھی نماز میں قبلہ رونہ بیٹھے۔ اس کے بعد دیکھے، اگر اس نماز کے بعد سنتیں وغیرہ نہیں ہیں تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو دائیں طرف منہ کر کے بیٹھے یا بائیں اور اگر چاہے تو اپنے کسی کام کے لیے چلا جائے اور مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہے تو بیٹھے۔ اور اگر یہ ایسی نماز ہے جس کے بعد سنتیں ہوتی ہیں مثلاً ظہر، مغرب، اور عشاء تو سنتوں کے لیے کھڑا ہو جائے، کیونکہ فرائض کی ادائیگی کے بعد سنتوں میں تاخیر مکروہ ہے (اس حوالے سے) شمس الائمہ حلوائی کہتے ہیں، یہ اس وقت ہے اگر نمازی کا ارادہ دعا مانگنے کا نہ ہو، اور اگر وہ کوئی ورد، وظیفہ فرائض کے بعد کرتا ہو اور چاہے کہ سنتوں میں مشغول ہونے سے پہلے اسے پورا کرے تو (اسے چاہیے کہ) وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور کھڑا ہو کر وہ وظیفہ پڑھے اور اگر چاہے تو مسجد کے کسی کونے میں بیٹھ کر اپنا ورد وظیفہ پورا کرے اور پھر سنن و نوافل ادا کرے، اور اس معاملہ میں کافی وسعت ہے۔

شمس الائمہ حلوائی نے جو دلیل فرض کے بعد سنتوں میں تاخیر کے جواز پر بیان کی ہے اور ابتدا میں ہم نے فرائض کے بعد سنتوں میں تاخیر کی کراہت پر نص کا ذکر کیا ہے، یہ (صرف) امام کے لیے ہے، جبکہ منفرد اور مقتدی کے لیے رخصت ہے، وہ چاہیں تو اپنے مقام نماز پر ہی بیٹھ رہیں اور چاہیں تو اسی مقام پر یا ہٹ کر دوسری جگہ سنتیں پڑھیں، اور نوافل میں ہے:

”ان قاما للتطوع فی مکان آخر من المسجد فهو احسن، انتھی

مافی المحيط البرہانی۔“

اگر منفرد و مقتدی نوافل کے لیے مسجد میں جگہ بدل کر کھڑے ہوں تو یہ زیادہ

بہتر ہے۔

اس سے آگے اسی عبارت کی تکرار ہے جس کا ترجمہ لفظ بہ لفظ اوپر کیا جا چکا ہے۔ (مترجم) اصل عبارت کے لیے دیکھئے ”التحفة المرغوبة“ (عربی) ص ۳۱، اور خلاصۃ الفتاویٰ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

جب امام ظہر، مغرب اور عشاء (کی نماز) کا سلام پھیر لے تو اس کے لیے اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا مکروہ ہے، اسے چاہیے کہ وہ سنتوں کے لیے کھڑا ہو جائے اور فرضوں والی جگہ کی بجائے دائیں یا بائیں ہو کر سنتیں ادا کرے، ایسا کرنا جائز اور دونوں صورتوں میں یکساں ہے۔ اور جس نماز کے بعد سنن و نوافل نہیں ہوتے اسے پڑھ کر اسی جگہ قبلہ رخ بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ علاوہ ازیں اسے اختیار ہے، چاہے تو چلا جائے اور چاہے تو محراب میں طلوع آفتاب تک بیٹھا رہے اور ایسا کرنا افضل ہے۔

اور ایسی صورت میں جبکہ عین اسی کے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو، اپنا رخ نمازیوں کی طرف کرے اور اگر اس کا رخ کسی نماز میں کی طرف ہوتا ہو تو دائیں یا بائیں رخ بیٹھ جائے۔ یہ (حکم) امام کے لئے سردی ہو یا گرمی دونوں میں برابر ہے۔

انتہی

اہم وضاحت

اس میں شک نہیں کہ ”صاحب محیط“ صاحب ذخیرہ اور خلاصہ کی اس بات ”ویکرہ لہ تاخیر التطوع عن حال اداء الفریضة“ سے مطلقاً تاخیر کی کراہت نہیں طویل کی کراہت مراد ہے، اگر ایسا نہ ہو تو پھر وظیفہ ”اللہم انت السلام“ پڑھنے سے بھی تاخیر اور کراہت لازم آتی ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

بلکہ اس سے پہلے حدیث ابی رمثہ اور فتح القدر کی عبارت پیش ہو چکی ہے جو فرض اور سنت کے اتصال کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔

صاحب ”فتح القدير“ خلاصہ کی عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں:
 ”ان کا کہنا ہے کہ سنتوں کے لیے (فوری) کھڑے ہونا نہ ہونا برابر ہے،
 البتہ فضیلت صراحت کے ساتھ کچھ دیر توقف میں ہے۔“
 فتح القدير کی عبارت سے جو ایک اور فائدہ حاصل ہوتا ہے، اس کا خلاصہ
 یوں ہے کہ:

”فرض نماز کے بعد سنتوں میں طویل تاخیر کی کراہت سے مراد کراہت
 تنزیہی ہے جس کا حکم خلاف اولیٰ ہے۔“

علامہ ابن امیر الحاج منیہ کی شرح اکبر میں کہتے ہیں:

”انه تحمل هذه الكراهة على خلاف الاولى، فالاولى ان لا
 يقرأ الاوراد قبل السنة ولو فعل لا باس به۔“

اس کراہت (تنزیہی) کا مدار خلاف اولیٰ پر ہے، تو اولیٰ یہ ہے کہ وظائف
 سنتوں سے پہلے نہ پڑھے جائیں اور اگر ایسا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

”فتاویٰ تاتارخانیہ“ میں بحوالہ فتاویٰ الحجیہ منقول ہے کہ:

جب امام ظہر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ لے تو طویل دعاؤں میں مشغول
 ہونے کی بجائے سنتیں ادا کرے، کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
 مروی حدیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سلام کے بعد تھوڑی دیر بیٹھتے اور
 ”اللهم انت السلام — الخ“ پڑھا کرتے تھے۔

روایت کیا گیا ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے:

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيى
 ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شئ قدير، هو

الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم ليس كمثله شئ
وهو السميع البصير۔

حضور نبی کریم علیہ السلام نماز سے فراغ ہو کر پڑھتے تھے:

”سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين
والحمد لله رب العالمين۔“

اور حضور علیہ السلام سے مروی روایت میں ہے، آپ نے فرمایا:

”جس نے ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھی وہ جنت میں
میرا ساتھی ہوگا اور جس نے ہر نماز کے بعد دس مرتبہ استغفار پڑھی، اللہ تعالیٰ اس کے
تمام گناہ معاف فرمادے گا اگرچہ وہ صحرائے عالج کی ریت جتنے ہی کیوں نہ ہوں۔
فتاویٰ الحجۃ سے منقول تاتارخانیہ کی عبارت ختم ہوئی۔ یہ عبارت دو فائدوں پر مشتمل
ہے۔ پہلا یہ کہ فرض و سنت کے مابین دعا کی کراہت طوالت سے مشروط ہے اور اگر دعا
مختصر ہو جیسا کہ متعارف ہے تو مکروہ نہیں۔

دوسرا فائدہ یہ کہ صاحب فتاویٰ الحجۃ اور تاتارخانیہ نے قلیل دعاؤں کے طور
پر جواز کا نقل کیے ہیں، بلاشبہ (ہمارے ہاں کی) متعارف دعا ان سے مختصر ہی ہوتی
ہے، لہذا یہ ہرگز مکروہ نہیں ہو سکتی۔ عنقریب اس کی تائید میں، فتح القدر۔ شرح کبیر
للمنیہ، شرح مواہب الرحمن، نصاب الفقہ، عمدۃ الابرار اور کنز العباد میں منقول عبارات
آ رہی ہیں۔ اور اس فصل کے آخر میں اس مقدار طوالت کا بیان آ رہا ہے جس سے
کراہت تنزیہی کا حکم لازم آتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

منية المصلی اور اس کی ”شرح صغیر“ لابراہیم الحلبي میں ہے:

یہ تمام احکام مذکورہ امام کے لیے ہیں، جبکہ مقتدی اور مفرد کے لیے جائز

ہے کہ جہاں انہوں نے فرض پڑھے ہیں وہیں بیٹھے رہیں اور اگر اسی مقام پر سنن و نوافل کے لیے کھڑے ہو جائیں تو یہ بھی جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ فرائض والی جگہ سے آگے، پیچھے یا دائیں، بائیں ہٹ کر نوافل و سنن ادا کریں۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ فرائض و سنن کے مابین دعا بنفسہ مکروہ نہیں ہے اور کراہت بھی صرف تاخیر سنت ہی کے باعث لازم آتی ہے اور یہ بھی کہ فرائض کے بعد سنتوں کی ادائیگی میں تاخیر منفرد اور مقتدی کے حق میں یہ ہرگز مکروہ نہیں، رہا امام کا معاملہ تو اس سلسلے میں علامہ شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں: لا کراہۃ فی حقہ۔ لہذا ہماری بقیہ گفتگو اسی موضوع پر ہے کہ کس قدر تاخیر پر امام کے لیے کراہت لازم آتی ہے۔ ہم نے جب اس حوالے سے غور کیا تو عبارات کتب میں مختلف آرا سامنے آئیں۔

علامہ ابراہیم حلبی "منیۃ المصلی" کی شرح صغیر میں کہتے ہیں: "جب فرائض کے بعد نوافل (سنتیں) ہوں تو بلا توقف کھڑا ہو جائے، مگر یہ کہ "اللہم انت السلام، ومنک السلام، تبارکت یاذاالجلال والاکرام" کے بقدر بیٹھ جائے۔ اور فرائض کی ادائیگی کے بعد سنتوں میں اس مقدار سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔" انتہی

اور مدیہ کی شرح کبیر میں فرماتے ہیں:

"کہ یہ جو صحیح مسلم میں سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، "اللہم انت السلام، ومنک السلام۔ الخ" کی مقدار تک بیٹھتے

تھے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ آپ صرف یہی پڑھتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ اتنا وقت توقف فرماتے کہ اس میں یہ مقدار پوری ہو جائے، اور ایسا ہی بیان حضرت مغیرہ سے مروی صحیحین کی روایت میں ہے اور اس کے منافی نہیں جاتا کہ حضور صلی اللہ ہر نماز کے بعد ”لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ — الخ“ پڑھا کرتے تھے۔

اور اسی طرح مسلم اور دیگر ائمہ کی عبداللہ بن زبیر سے روایت کردہ یہ حدیث بھی اس کے منافی نہیں ہے کہ ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوۃ قال بصوتہ الاعلیٰ“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

”لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد و هو علی کل شیء قذیر . ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الشاء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔“

لہذا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت اندازہ مقدار کی حد تک تو معتبر ہے لیکن مخصوص حد اور حرف آخر کے طور پر نہیں۔

امام ابن الہمام ”فتح القدر“ کے باب النوافل میں لکھتے ہیں: جس کے الفاظ یہ ہیں پھر یہ کہ کیا سنتوں کو فرائض سے ملانا بہتر ہے یا نہیں، شرح شہید میں ہے، فرائض کے بالکل ساتھ سنتوں کے لیے کھڑا ہونا مسنون ہے اور شافی میں ہے، حضور علیہ السلام اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ ”اللہم انت السلام — الی آخرہ“ پڑھ لیا جائے۔ جیسا

کہ بقالی کی روایت ہے۔

اور امام حلوانی کہتے ہیں کہ فرائض و سنن کے مابین وظائف پڑھنے میں کوئی

مضائقہ نہیں۔

اور امام ابن الہمام کہتے ہیں:

سیدہ عائشہ عنہا کی حدیث میں جو آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "اللهم

انت السلام ومنک السلام— الخ" کی مقدار سے زائد نہیں بیٹھتے تھے، تو

اس سے ان الفاظ کا ہر نماز کے بعد بعینہ پڑھنا مستلزم سنت نہیں، بلکہ یہ کہ جب انہوں

نے اور کچھ نہیں پڑھا تو یہ کہا یا اتنا ضرور پڑھا تھا، اور کبھی اس کے علاوہ کچھ اور پڑھا

جیسا کہ ہم نے "لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ" والی روایت کا ذکر کیا ہے۔

اور کچھ اس سے متصل روایات جن میں سے ہم نے حدیث "لا حول ولا قوۃ الا باللہ

الی آخرہ" کا ذکر کیا ہے۔

یہاں عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اس مقدار ذکر کے مطابق توقف کرنا سنت

ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ اندازے سے ہی ہو سکتا ہے، کبھی تھوڑا زیادہ اور کبھی تھوڑا کم،

کبھی جلدی سے اور کبھی ٹھہر ٹھہر کر، البتہ اگر یہ اس اندازے سے بڑھ کر تینتیس تینتیس

تسبیحات و تکبیرات تک پہنچ جائے تو اس سے سنتوں کی ادائیگی میں تاخیر لازم آئے گی۔

انتہی، شرح کبیر للمنیہ اور فتح القدر کی ان دونوں عبارتوں سے دو فائدے حاصل ہوتے

ہیں۔ پہلا یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ دعائیں اور وظائف بعض مواقع پر پڑھتے

تھے اور کچھ اذکار بعض دیگر اوقات میں پڑھتے تھے۔

اور دوسرا فائدہ یہ کہ فرائض کے بعد سنتوں کی ادائیگی میں "اللهم انت

السلام، الخ" کی مقدار سے زائد تاخیر کراہت کو مستلزم نہیں بلکہ تینتیس بار والی

تسبیحات اور اس جیسے دیگر طویل اذکار پڑھنا مکروہ ہے۔ اور وہ جو منیۃ کی شرح صغیر اور ایسی دیگر کتب میں ہے کہ ”اللہم انت السلام۔۔۔“ سے زائد تاخیر کرنا مکروہ ہے وہ اسی معنی پر محمول ہوگا۔ (کیونکہ) اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ فرائض کے بعد کی جانے والی متعارف دعائیں کلمات کی مقدار سے کافی کم ہوتی ہے اور عدم کراہت کا حکم ”فتح القدر“ اور ”شرح کبیر للمنیۃ“ میں ہے۔ پس فرائض کے بعد دعا پر کراہت کا حکم صحیح نہیں ہے اور یہ وہ عظیم فائدہ ہے جسے یاد رکھنا لازمی ہے۔

علامہ جعفر البوبکائی ”متانۃ الروایات“ میں بحوالہ ”الانصاب“ لکھتے ہیں:

”وہ نماز جس کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے کہ فجر اور عصر (ان نمازوں) کے بعد اسی جگہ قبلہ رخ بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔“

پھر فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ فجر کے بعد اتنی دیر قبلہ رخ بیٹھا جائے کہ دس بار ”لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ۔ الخ“ پڑھا جاسکے اور اسی طرح بعد نماز مغرب بھی کیونکہ اس کے بارے میں احادیث وارد ہیں، جنہیں امام احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے۔ یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دس بار ان کلمات کو فرض و سنن کے مابین پڑھنے کی مقدار جتنی تاخیر حد کراہت میں داخل نہیں، اور اس میں تو شک نہیں کہ فرائض کے بعد دعائیں گنگنے کا معروف وقت اس سے بھی کم ہوتا ہے لہذا اس پر بالکل کراہت کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ بعد ازاں صاحب ”المختار“ فرماتے ہیں۔

”یہ قول کہ ان کلمات کو سنتوں کے بعد پڑھا جائے ظاہر حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں، اور لکھتے ہیں کہ شیخ قاسم حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ ”التسویۃ بین الاشتغال بالدعوات بعد المكتوبة قبل السنن وبعدها“

میں اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان (وظائف) کے پڑھنے میں اتنی دیر نہ کی جائے کہ وقت کی تنگی کی باعث سنتوں میں تاخیر ہو جائے اور نہ ہی گفتگو اور دیگر امور میں مشغول ہو جائے۔ متانہ کی عبارت ختم ہوئی۔“

یہ عبارت بھی فرائض کے بعد سنتوں سے قبل دعائے مانگنے کی عدم کراہت پر دلالت کرتی ہے، بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتوں کے بعد اور پہلے دعائے مانگنا برابر ہے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ سنتیں اپنے حجرہ مبارک میں ادا فرماتے تھے، اور بلاشبہ وہ تاخیر جو متعارف دعا بعد المکتوبہ سے صادر ہوتی ہے اس تاخیر سے بہت کم ہے جو مسجد سے نکل کر گھر تک جانے میں واقع ہوگی۔ لہذا دعا کے لیے اس قدر تاخیر پر کراہت کا حکم لگانا اس کو موجب کراہت کہنا درست نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی عربی شرح مشکوٰۃ میں

”باب الذکر بعد الصلوٰۃ“ کے شروع میں فرماتے ہیں۔

”یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ سنتیں فرائض کے فوراً بعد ادا کرنا، ان اور ادو

وظائف، اذکار اور دعاؤں کے منافی نہیں جن کا فرائض کے بعد پڑھنا احادیث میں

وارد ہے، شیخ ابن الہمام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس طرح وہ دعائیں جن کا

تذکرہ صحیح احادیث میں ہے ان کا فرائض کے بعد پڑھنا سنتوں کی ادائیگی کے لیے

جلدی کرنے اور متصلاً استجاب قیام کے خلاف نہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ

”ان يقول دبر الفجر والمغرب — الخ“ فجر اور مغرب کی نمازوں کے بعد

لا اله الا الله وحده لا شريك له — الخ“ دس بار کہے، یونہی اس کے ساتھ

مغرب کی دو رکعتوں میں جلدی کرنے کا بیان بھی ہے اور آیت الکرسی سنتوں سے پہلے

پڑھنے کے بارے میں بھی ایسا ہی وارد ہے۔

شیخ اپنی فارسی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

”باید دانست کہ تعجیل سنت منافی نیست مرخواندان آیتہ الکرسی وامثال آنرا چنانکہ در حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بعد از نماز فجر و مغرب دہ بار ”لا الہ الا اللہ و حدہ لا شریک لہ — الخ خواند۔“

جاننا چاہیے کہ (فرض کے بعد) آیتہ الکرسی اور دیگر اذکار کا پڑھنا تعجیل سنت کے منافی نہیں، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ فجر اور مغرب کے بعد دس بار ”لا الہ الا اللہ و حدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد، و هو علی کل شیء قدیر — پڑھنیے۔“

پس اگر ایک بار آیتہ الکرسی اور دس بار ان کلمات کے پڑھنے کی مقدار حد کراہت میں داخل نہیں ہوتی، تو معروف و متعارف دعا اس سے بہت کم مقدار میں ہونے کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ اس میں داخل نہیں۔

پس یہ تمام عبارات اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ ”لا الہ الا اللہ و حدہ لا شریک لہ — الخ“ اور آیتہ الکرسی ایک بار پڑھنے کی مقدار پر اس تاخیر کا اطلاق نہیں ہوتا جو مکروہ ہے، اس کے برعکس تینتیس بار پڑھی جانے والی تسبیحات حد تاخیر مکروہ میں داخل ہیں، جیسا کہ ابھی بحوالہ ”فتح القدیر“ ذکر کیا گیا ہے۔

عارف باللہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فارسی رسالہ میں فرماتے ہیں: پانچ وقتہ نمازوں میں (ہر نماز کے بعد) دس بار پڑھے:

”اللّٰهُمَّ اِنَّا سْتَعِيْنُ بِكَ عَلٰى طَاعَتِكَ۔“

اس کے علاوہ ہر نماز کے بعد پڑھے:

”اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا بَشَاءَ النَّاسِ مِنَ الْمَغْرُورِينَ وَلَا بِنِعْمَتِكَ مِنَ الْمُسْتَدْرَجِينَ وَلَا مِنَ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الدُّنْيَا بِالْإِثْمِ. اللَّهُمَّ اغْنِنِي مِنْ بَابِ الْأَغْنِيَاءِ وَعَنْ بَابِ الْأَمْرَاءِ وَعَنْ بَابِ الْأَطْبَاءِ. يَا مَنْ إِذَا دُعِيَ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ أَعْطَى.“

اے اللہ! ہمیں لوگوں کی تعریف کے سبب مغرور نہ بنا دینا اور نہ ہی اپنی نعمت کا ناشکر بنانا۔ اور نہ ہی ان لوگوں میں سے کرنا جو دین کے بدلے دنیا کا مال کھاتے ہیں۔ اے اللہ مجھے دولت مندوں کی چوکھٹ، حکمرانوں کی خوشامد اور رئیسوں کے دروازے سے مستغنی کر دے۔ اے وہ کہ جب اس سے دعا کی جائے تو وہ قبول کرے اور جب اس سے مانگا جائے وہ عطا کر دے۔

اور جب ظہر کے فرض پڑھنے لے تو ایک بار کہے:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ أَبَدًا أَبَدًا. ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.“ اس کے بعد پڑھے ”لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل.“ سے ”ولو كره الكافرون.“ تک۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، تمام نعمتیں اور عنایات اسی کی طرف سے ہیں، اگرچہ کافروں کے لیے ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگے:

”اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ ذُنُوبَنَا يَا غَفَّارَ الذُّنُوبِ وَتَعْلَمُ عُيُوبَنَا فَاسْتُرْهَا يَا سِتَّارَ الْعُيُوبِ وَتَعْلَمُ حَوَائِجَنَا فَاقْضِهَا يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ وَتَعْلَمُ

مُهْمَاتِنَا كَفَهَا يَا كَافِيَ الْمُهْمَاتِ تَعْلَمُ بَلِيَاتِنَا فَادْفَعْهَا يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ فِي
الدَّارَيْنِ -

اے اللہ! بے شک تو ہمارے گناہوں سے واقف ہے، اے گناہوں کے
بخشنے والے! تو ہمارے عیبوں سے باخبر ہے، انہیں ڈھانپ دے، اے عیبوں کو
چھپانے والے، اور تو ہماری حاجات کو جانتا ہے، انہیں پورا فرما، اے حاجات کو پورا
کرنے والے، اور تو ہمارے مقاصد کو جانتا ہے، ان کی کفالت فرما، اے مقاصد کی
تکمیل فرمانے والے، اور تو ہماری مصیبتوں سے واقف ہے، انہیں دور فرما، اے
دونوں جہاں میں مصیبتیں دور کرنے والے، اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

”رَبَّنَا تَوْفَّنَا مُسْلِمِينَ وَالْحَقْنَا بِالصَّالِحِينَ وَصَلِّ عَلَيَّ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ عَلَيَّ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِي آخِرَهُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ خَوَاتِيمَ عَمَلِي رِضْوَانَكَ، اللَّهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ أَيَّامِي يَوْمَ
الْقَاكِ، أَعْنَا عَلَيَّ ذِكْرَكَ وَشُكْرَكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ، سُبْحَانَ رَبِّي
الْأَعْلَى الْوَهَّابُ“

اے ہمارے رب! ہمیں بحالت اسلام موت دے اور صالحین کی قربت
عطا فرما، اور ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء و مرسلین پر درود بھیج۔
اے اللہ میرا آخری وقت اچھا فرما، اے اللہ میرے اعمال کا نتیجہ تیری رضا ہو۔ اے
اللہ اپنی ملاقات کے دن کو میرے دنوں میں سب سے بہتر دن بنا دے۔ اپنے ذکر،
شکر اور احسن بندگی کے لیے ہماری مدد فرما، پاک ہے میرا اعلیٰ اور عطا کرنے والا رب
اس کے بعد ظہر کی دو سنتیں ادا کرے۔

اور جب عشاء کے فرائض سے فارغ ہو تو سلام پھیرنے کے بعد کہے:

”لا اله الا الله وحده لا شريك آخر تک جیسا کہ پہلے لکھا گیا، پھر پڑھے
لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه له النعمة والفضل — سے — ولو کره
الکافرون تک، کے بعد ہاتھ اٹھائے اور یہ دعائے مانگے:

”اللَّهُمَّ يَا ذَا أَيْمِ الْفَضْلِ عَلَى الْبَرِيَّةِ وَيَا بَاسِطَ الْيَدَيْنِ بِالْعَطِيَّةِ
وَيَا صَاحِبَ الْمَوَاهِبِ السَّنِيَّةِ وَيَا دَافِعَ الْبَلَاءِ وَالْبَلِيَّةِ، رَبِّ صَلِّ عَلَى
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْوَرَى سَجِيَّةً وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ الْبُرَّةِ النَّقِيَّةِ
وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا يَا ذَا الْعُلَى فِي هَذِهِ الْعِشَاءِ وَالْعَشِيَّةِ۔

اے اللہ! اے مخلوق پر ہمیشہ کرم فرمانے والے اور اے کھلے ہاتھوں عطا
کرنے والے، اور اے گرانقدر نعمتوں والے! اے مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور
کرنے والے! اے میرے رب! محمد مصطفیٰ، ہمارے سردار، بہترین خلق اور صاحب
اوصاف حمیدہ پر درود بھیج اور ان کے آل و اصحاب پر جو نیک اور اہل تقویٰ ہیں۔ اور
ہماری بخشش فرما اور اے رفعتوں والے اس نماز اور رات میں ہم پر رحم فرما، اس کے
بعد یہ دعا پڑھے: ”توفنا مسلمین تا الاعلیٰ الوہاب، جو کہ پہلے گزر چکی ہے۔
بعد ازاں عشاء کی دو سنتیں ادا کرے، انتہی۔

شیخ نے اس (عبارت) میں ان دعاؤں کے باعث تاخیر سنت کی تصریح
فرمائی ہے، بلاشبہ آج کل مانگی جانے والی متعارف دعا بلحاظ مقدار ان دعاؤں سے
کہیں کم ہے، لہذا یہ مکروہ نہیں بلکہ مستحب و مطلوب ہے۔

اس رسالہ بہائیہ کی شرح المسمیٰ بکنز العباد میں نماز ظہر کا ذکر کرتے ہوئے
فتاویٰ الخارزیمیہ المعروف بالیتیمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”انه سئل البقالي عن يصلی الفرض هل الاولى في حقه ان

يشتغل بالدعاء ثم بالسنة ثم بالدعاء فقالة الاولى ان يشتغل بالدعاء
ثم بالسنة قاله وروى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه كان
يقول دبر كل صلاة لا اله الا الله وحده لا شريك له.. الى آخره۔“

علامہ بقالی سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا نمازی کے لیے فرض
کے بعد دعا مانگنا پھر سنتیں ادا کرنا اور پھر دعا مانگنا بہتر ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔
بہتر یہ ہے کہ (فرض کے بعد) دعا میں مشغول ہو پھر سنتیں ادا کرے، اور یہ
روایت بیان کی، نبی علیہ السلام ہر نماز کے بعد لا اله الا الله وحده لا شريك له
آخر تک پڑھتے تھے۔ یہ سب کچھ فتاویٰ بلخی میں مذکور ہے۔

نماز مغرب کے بارے اس میں ”نصاب الفقہ“ سے منقول ہے۔ ”انه اذا
فرغ الامام من صلاة الفريضة يستحب له ان يشتغل بالدعاء قليلا ثم
يصلى ركعتي السنة كذا قال فقيه ابوالليث۔

امام جب نماز مغرب کے فرائض ادا کر لے تو اس کے لیے مختصر دعا مانگنا
مستحب ہے، پھر وہ دو سنتیں ادا کرے۔ فقیہ ابوالليث نے ایسا ہی کہا ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرائض و سنت کے مابین دعا مانگنا مکروہ نہیں
بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ مختصر ہو، اور وہ جو بعض کتب میں اس دعا کی کراہت آئی ہے تو وہ
اس صورت میں ہے جبکہ یہ (دعا) طویل ہو۔ جیسا کہ اس سے پہلے فتاویٰ الحجۃ تارخانہ
اور دیگر کتب کے حوالے سے وضاحت ہو چکی ہے۔ نیز مختصر اور طویل دعا کے درمیان
فرق بہت ساری معتبر کتب کے حوالے سے اسی فصل میں بیان ہوا ہے، اگر آپ چاہیں
تو اسے ملاحظہ فرمائیں۔

اختتامیہ

اگر کہا جائے کہ مسلم شریف کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ ”اللہم انت السلام“ آخر تک پڑھ لیا جائے۔ اس کا کیا جواب ہے۔؟ میں کہتا ہوں ہم اس کے چار جواب عرض کرتے ہیں:-

پہلا جواب

اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا مدار تین اشخاص پر ہے۔ ان میں سے پہلا ابو خالد الاحمر ہے، جس کا نام سلیمان بن حیان (حاء مفتوح اور یا مشدود) الازدی الکوفی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ”تہذیب التہذیب“ میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر البرزازی نے ”کتاب السنن“ میں کہا ہے۔

”اتفق اهل العلم بالنقل على ان ابا خالد لم يكن حافظا وانه قد

روى احاديث عن الاعمش وغيره لم يتابع عليها۔“

اہل علم کا اس پر اتفاق منقول ہے کہ ابو خالد حافظ نہ تھا اور جو احادیث وہ

اعمش وغیرہ سے روایت کرتا ہے، ان کی متابعت نہیں کی گئی۔

☆ ابن معین فرماتے ہیں: ابو خالد ”صدوق“ ہے مگر حجت نہیں۔

☆ ابن ہشام الرفاعی فرماتے ہیں: بنیادی طور پر وہ ”صدوق“ ہے لیکن اپنے

حافظے کی خرابی کے باعث خلط و خطا کرتا ہے۔

دوسرا شخص ابو معاویہ الضریری ہے، جس کا نام محمد بن خازم التمیمی الکوفی ہے۔

☆ حافظ ابن حجر ”تہذیب التہذیب“ میں لکھتے ہیں: ”عبداللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں، میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے ہیں ابو معاویہ الضریر، عمش سے روایت کردہ حدیث کے علاوہ مضطرب ہے، دوسری روایات کو اچھی طرح حفظ نہیں کرتا تھا۔“

☆ ابن معین فرماتے ہیں: ابو معاویہ مرجیہ (فرقہ) میں سے تھا۔

☆ مرۃ کہتے ہیں: وہ کوفہ میں فرقہ مرجیہ کا سردار تھا۔

☆ ابن خراش کہتے ہیں: وہ عمش کی روایت میں ثقہ ہے، لیکن ان کے علاوہ اس کی روایت میں اضطراب ہے۔

☆ ابو زرعة فرماتے ہیں: ابو معاویہ مرجیہ عقیدہ کا حامل تھا، تو ان سے پوچھا گیا، کیا وہ اس (عقیدہ) کی دعوت بھی دیتا ہے، تو ابو زرعة نے کہا، ہاں۔

☆ (مصنف فرماتے ہیں) یہ تو واضح ہے کہ اس حدیث کو ابو معاویہ نے عمش سے نہیں بلکہ عاصم احول سے روایت کیا، پس یہ روایت مضطرب ہوگی۔

تیسرا شخص عاصم بن سلیمان الاحول ابو عبد الرحمن البصری ہے۔ حافظ ابن حجر ”تہذیب التہذیب“ میں لکھتے ہیں:

☆ علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید القطان کا قول بیان کیا ہے کہ: عاصم الاحول حافظ نہ تھا۔

☆ ابن ادریس کہتے ہیں: میں اس کی روایت سے کچھ نہیں جانتا اور وہیب نے بھی اسے ترک کیا کیونکہ بعض ائمہ نے اس کے نیک سیرت ہونے سے انکار کیا ہے۔

دوسرا جواب

یہ کہ حدیث کے الفاظ ہیں ”انہ لم یقعد“ آپ نہ بیٹھتے تھے، نہ کہ ”انہ لم یقرء“ آپ نے پڑھتے تھے، لہذا جائز ہوا کہ اس قدر بیٹھ لیا جائے اور دیگر اذکار کھڑے ہو کر پڑھے جائیں۔ جیسا کہ بعض علماء نے شمس الائمہ حلوائی سے اسے نقل کیا ہے، اور یہ پیچھے گزر چکا ہے۔

تیسرا جواب

یہ حدیث فرائض کے بعد ذکر و دعا کے بارے میں واردان تمام احادیث کے خلاف ہے، جن کا ذکر پہلے باب کی فصل اول میں ہوا ہے۔ لہذا ترجیح ان اکثر احادیث کو دی جائے گی۔ جنہیں صحیحین میں روایت کیا گیا ہے۔ اور صحیحین کی روایات صرف صحیح مسلم کی روایت سے بہتر ہیں۔

چوتھا جواب

”اللہم انت السلام..... الخ“ کی مقدار سے مراد مطلقاً اتنا وقت نہیں بلکہ اندازاً اتنی دیر بیٹھنا ہے۔ اور ”لا الہ الا اللہ لا شریک لہ الی آخرہ، اللہم لا مانع لما اعطیت الخ آیة الكرسی“ اور ایسے دیگر اذکار پڑھنے میں جو تاخیر واقعہ ہوتی ہے، اس میں کراہت نہیں جیسا کہ ”فتح القدر“ شرح الممنیۃ الکبیر اور شرح مشکوٰۃ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کے حوالے سے پہلے بیان ہوا ہے۔

اگر کہا جائے کہ کتب فقہ میں ایسی عبارات ہیں، جو فرض و سنت کے مابین دعا کے مکروہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک ”جوہر الفتاویٰ“ میں ہے کہ:

”قاضی امام علاء الدین سے نماز کے بعد دعا کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا: ”مختار یہ ہے کہ سنتوں کو فرائض کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔“

ایک عبارت ان میں سے ”خلاصۃ الفتاویٰ“ اور الاشباہ میں ہے کہ ”ان

الاشتغال بالسنة اولی من الاشتغال بالدعاء۔“

سنتوں میں مشغول ہونا دعائے مانگنے سے بہتر ہے۔

”شرح المنیة“ میں یوں ہے کہ اگر فرائض کے بعد سنتیں ہوں تو ”اللہم

انت السلام..... الخ“ پڑھنے کی مقدار سے زیادہ وقفہ نہ کرے، اور فرائض کے بعد

سنتوں کی ادائیگی میں اس مقدار سے زیادہ تاخیر مکروہ ہے۔ انتہی

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مختار قول یہی ہے کہ فرائض

کے بعد سنتوں میں مشغول ہو جائے اور سنتوں سے پہلے دعا اور تسبیح میں لگ جانا مکروہ

ہے۔

مصنف فرماتے ہیں: ان عبارات کا جواب پانچ طرح سے دیا جاتا ہے۔

اول: پہلی دونوں عبارتیں کراہت پر دلالت نہیں کرتی ہیں۔ ان سے تو

صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ سنتوں کا فرائض سے متصل ہونا اولیٰ ہے، اور اس امر میں

اختلاف ہے۔ اسی لیے ”فتح القدر“ میں کہا گیا کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا

فرائض و سنت کا متصل ادا کرنا اولیٰ ہے یا نہیں۔؟ انتہی۔

بلاشبہ ہم احادیث و روایات فقہیہ میں سے دلائل پیش کر چکے ہیں جن سے

فرض و سنن کے مابین دعا کا مسنون یا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان کثیر روایات کی

روشنی میں دعا کے فرض و سنن کے مابین ہونے کی سنیت یا استحباب کا قول لائق ترجیح

قرار پاتا ہے۔

دوم: اس سے پہلے ہم ”فتاویٰ الحجۃ“ اور ”تاتارخانیہ“ سے بیان کر چکے

ہیں کہ امام کا طویل دعاؤں میں مشغول ہونا مکروہ ہے، علاوہ ازیں ”نصاب الفقہ“،

”عمدة الابرار“ اور ”کنز العباد“ وغیرہ کے حوالے سے بھی بیان ہو چکا کہ — امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ فرض کے بعد مختصر اَدعا مانگے اور پھر سنتیں ادا کرے۔ لہذا یہ جمع بین الروایتین ہے جو ایسا مقبول و معمول امر ہے جس سے گریز مناسب نہیں۔

سوم: شرح منیة میں جو ”اللهم انت السلام..... الخ“ جتنی قلت

مقدار کا ذکر کیا گیا ہے تو اس حوالے سے شارح منیة نے اپنی ”شرح کبیر“ میں بذات خود یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ”ان هذا التقدير ليس على التحقيق بل على التقريب“ یعنی یہ مقدار بلحاظ تحقیق نہیں بلکہ بطور اندازہ ہے۔

اور اس مسئلہ کی تفصیل اس سے پہلے ”شرح کبیر“ فتح القدير اور شرح مشکوٰۃ کے حوالے سے گزر چکی ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں۔

یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ متعارف و رائج دعا (بعد فرائض) سے جو تاخیر واقع ہوتی ہے، ہرگز مکروہ نہیں، مکروہ تو یہ ہے کہ تینتیس بار والے اور ادیا اس سے زائد وظائف کی مقدار میں پڑھا جائے۔

چارم: صاحب ”العقائد السنیة“ نے ”فتح الباری“ اور امام قسطلانی

کے حوالے سے جو کچھ نقل کیا ہے، ہمیں وہ الفاظ اور اسکے ایسے معانی کوشش بسیار اور تلاش تام کے باوجود مخصوص و معلوم مقامات یعنی کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الدعوات میں نہیں ملے۔

اس حوالے کی صحت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ایسے منقول (حوالے) پر جو

اصل ماخذ میں نہ پایا جائے اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

پنجم: کیونکہ یہ بات احادیث اور فقہ کی کثیر عبارات سے ثابت ہو چکی

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں اور وتر حجرہ مبارکہ میں ادا فرماتے تھے اور یہ کہ آپ

ہر نماز کے بعد دعا بھی فرماتے تھے۔ اب کوئی شخص اس میں شک نہیں کرے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا فرائض و سنن کے درمیان ہوتی تھی۔

اس سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ مذکورہ دعا کی کراہت کا قول فاسد اور بے اصل ہے، الا یہ

کہ آنحضرت صلی اللہ علی وسلم کے فعل مبارک کو مختصر دعا پر محمول کیا جائے اور کراہت دعا کے حکم کو طویل دعا پر، جیسا کہ ابھی ابھی ہم نے وضاحت کی ہے۔

نتیجہ و ثمرہ

اس رسالے کا خلاصہ یہ ہے کہ سنتوں کا فرائض سے اتصال مکروہ ہے جیسا کہ پہلے ذکر کردہ حدیث ابی رُمثہ اس پر دلالت کرتی ہے اور ”فتح القدر“ میں امام ابن ابہمام نے اس کا یہ فائدہ بیان کیا ہے۔

ربا معاملہ فرائض و سنن میں وقفے کا تو امام شمس الائمہ حلوانی کے ارشاد کے مطابق فرض و سنت کے درمیان دعا و ذکر میں مشغول ہو کر بیٹھنے میں اصلاً کوئی کراہت نہیں خواہ مختصر ہو یا طویل، اور یہ ہر ایک نمازی کے لیے برابر ہے خواہ امام ہو، یا مقتدی یا اکیلے نماز پڑھنے والا۔

شمس الائمہ حلوانی کے علاوہ دیگر حضرات کے فرمان کے مطابق بیٹھنے اور دعا و ذکر میں مقتدی اور منفرد کے لیے بالکل کراہت نہیں البتہ امام اگر مختصر دعا و ذکر کے لیے توقف کرے تو اس میں بھی کراہت نہیں بلکہ یہ یکسر دعا کو چھوڑ دینے سے افضل ہے۔ قلیل و کثیر (وقفے) کا فرق ہم تفصیلاً واضح کر چکے ہیں، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ متعارف دعا پر اسی قلیل مقدار کا اطلاق ہوتا ہے اور اس قدر توقف میں قطعاً کوئی کراہت نہیں۔ البتہ اگر یہ دعائیں تیس بار پڑھی جانے والی تسبیحات اور

اذکار کے برابر یا ان سے زائد مقدار تک ہو تو مکروہ ہے یعنی مکروہ تنزیہی بمعنی خلاف اولیٰ، جیسا کہ ہم تفصیلاً اسے بیان کر چکے ہیں۔

والحمد لله سبحانه وتعالى على التمام، وفضل الصلاة والسلام على نبينا محمد سيد الانام وعلى آله وصحبه البررة الكرام، ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم۔

۲۰-۹-۱۹۹۸

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

تمت بالخیر

ضمیمہ

(مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۴۱۳ھ)

فرائض کے بعد دعا کو ترک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ مسلمانوں کا شعار اور معمول بہ ہونے کے ساتھ ساتھ ائمہ اربعہ کا ارشاد بھی ہے۔ یہاں مفید رہے گا اگر ہم ائمہ اربعہ کے اقوال تحریر کر دیں جو باہم ملتے جلتے اور ایک دوسرے کی تائید و تقویت کا باعث ہیں۔

احناف کہتے ہیں:۔ فرائض و سنت کے مابین ”اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت يا ذا الجلال والاكرام“ کی مقدار سے زیادہ توقف مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ وہ اذکار جو احادیث میں وارد ہیں (ان کا پڑھنا) اس کے منافی نہیں، کیونکہ سنن فرائض سے منسلک ہیں، ان میں اجنبیت نہیں۔ (عبدالرحمن الجزیری: کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ۱/۳۳۰)

اقوال احناف کے مطابق فرائض و سنن کے درمیان عدم فصل کا اہتمام اس لیے ہے کہ جدائی اجنبی سے ہوتی ہے، البتہ دعائیں اور اذکار اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ متون و شروح میں اس کی صراحت موجود ہے، اور مخدوم ٹھٹھوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ کافی ہے۔ لیکن میں حضرت مخدوم کے ارشادات میں اتنا اضافہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ دعا کے اول و آخر نبی علیہ السلام پر درود پڑھنا سنت ہے۔

کیونکہ میں نے بعض کتاب و سنت اور فقہ کے علم و فہم سے محروم لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ دعا میں صرف ”اللهم انت السلام..... الخ“ ہی پراکتفا کرتے ہیں۔

ان کے خیال و گمان میں حکم بس انہیں کلمات کا ہے دعا کے اول و آخر درود بھیجنے کے بارے میں وارد مشہور و معروف احادیث سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث سنن ابی داؤد، اور نسائی میں فضالہ ابن عبید سے مروی ہے:

”قال: سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا يدعوفى صلاته لم يمجد الله تعالى، وسلم يصل على النبي فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عجل هذائم دعاه فقال له اولغيره: اذاصل احدكم فليبدء بتمجيدربه سبحانه والثناء عليه، ثم يصل على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يدعوبعدبماشاء. قال الترمذى هذا حديث حسن صحيح۔“

حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو نماز کے بعد دعاما نگتے سنا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء نہ کی اور نہ ہی نبی علیہ السلام پر درود بھیجا، تو آپ نے فرمایا: اس نے جلدی کی، بعد ازاں اس نے ثناء و درود کے ساتھ دعاما نگی تو آپ نے فرمایا: اور بھی کچھ مانگ۔ (فرمایا)

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ لے تو (دعا کا) آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے کرے پھر نبی کریم پر درود بھیجے پھر اس کے بعد جو چاہے مانگے۔ ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ (امام یحییٰ بن شرف النووی شافعی (۶۳۱ھ—۶۸۶ھ) فرماتے ہیں۔ دعا کے اول و آخر حمد و ثناء اور درود پاک کے مستحب ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔ اس سلسلے میں کثیرا رشادات و اقوال وارد ہیں۔

مالکیہ: کہتے ہیں، فرائض کے بعد پڑھی جانے والی سنتوں میں فضیلت یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد والے اذکار پڑھ کر پھر ادا کی جائیں۔ (کتاب الفقہ علی

المذاہب الاربعہ / ۳۳۰)

شواہع: شواہع کے نزدیک فرائض و سنت کے مابین مسنون اذکار کے

لیے وقفہ کرنا سنت ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ / ۳۳۰) •

حنابلہ: کہتے ہیں، فرض نماز کے بعد سنتوں کی ادائیگی سے پہلے مسنون

اذکار پڑھے (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ / ۳۳۰)

یہ ائمہ اور محدثین کے ارشادات میں سے میری معلومات کا خلاصہ ہے۔

واللہ الموفق

ماخذ و مراجع

- (۱) اشعة الممعات: ۷۵۷/۴
- (۲) صحیح البخاری: ۱۰۸۳/۲
- (۳) صحیح مسلم: ۲۱۸/۱
- (۴) صحیح مسلم: ۲۱۸/۱
- (۵) صحیح البخاری: ۱۱۶/۱
- (۶) اشعة الممعات: ۴۲۲/۱
- (۷) صحیح البخاری: ۳۹۶/۱
- (۸) سنن ابوداؤد: ۲۱۳/۱ طبع
- (۹) مسند امام احمد: ۲۲۸/۴
- (۱۰) مسند امام احمد: ۳۲۳/۵
- (۱۱) جامع الترمذی: ۵۰۳
- (۱۲) عمل الیوم واللیلة: ۴۹ طبع حیدرآباد دکن
- (۱۳) عمل الیوم واللیلة: ۴۰ طبع حیدرآباد دکن
- (۱۴) عمل الیوم واللیلة: ص ۵۱ طبع کراچی
- (۱۵) مشکوٰۃ المصابیح (ص: ۷۷)
- (۱۶) مشکوٰۃ المصابیح (ص: ۸۹)
- (۱۷) صلاة المسعودی: ۸۵/۱
- (۱۸) حصن حصین: ۷۹/ طبع نولکشور لکھنؤ
- (۱۹) سنن ابی داؤد: ۲۰۹/۱
- (۲۰) جامع الترمذی: ۲۸۸
- (۲۱) سنن ابی داؤد: ۲۰۹/۱
- (۲۲) سنن ابی داؤد: ۲۰۹/۱
- (۲۳) جامع الترمذی: ۲۸۸ طبع نور محمد کراچی
- (۲۴) ابن ماجہ: ۲۷۵ طبع نور محمد کراچی
- (۲۵) صحیح مسلم: ۲۵۲/۱
- (۲۶) جامع الترمذی: ۵۹۱/۱
- (۲۷) صحیح مسلم: ۲۶۶/۱
- (۲۸) مدیة المصلی: ص ۱۳۹

﴿مسنون دعائیں﴾

ترتیب و ترجمہ: علامہ محمد شہزاد مجددی

(نماز سے متعلق چند مسنون دعائیں جن کے پڑھنے سے نماز کے خشوع اور ذوق و شوق میں اضافہ ہوتا ہے)

① "اقامت کی دعا"

عن ابی امامة: ان بلا لأرضی اللہ عنہ قال: قد قامت الصلوة،
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقامہا اللہ وأدامہا۔

(سنن ابی داؤد: الصلاة، رقم: ۵۲۸)

حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جب قد قامت الصلوة کہتے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: "أَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا۔"

② "قومہ کی دعا"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اقامت کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں ایک شخص تیزی کے ساتھ ہانپتا ہوا آیا اور پھولی ہوئی سانس کے ساتھ صف کے آخر میں شامل ہو گیا، اور اس نے پڑھا:

"الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مَبَارَكًا كَافِيًا۔"

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو پوچھا، یہ کلمات پڑھنے والا

کون ہے؟

یقیناً اس نے کوئی بُری بات نہیں کہی۔ تو اس شخص نے کہا، یا رسول اللہ! وہ

میں ہوں۔ میں ہی تیز تیز چلتا ہوا آیا اور ہانپتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس کا ثواب لکھنے میں ایک دوسرے

پر سبقت کی کوشش کر رہے ہیں۔ (۱)

(ابوداؤد عن رفاع بن رافع، الصلاة، رقم: ۶۵۴، بخاری، الاذان، مسند الامام احمد: ۳/۱۰۶، ۱۸۸)

③ نماز میں داخل ہونے کی دعا

حضرت نافع اپنے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں داخل ہوئے اور پڑھا:

اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا (تین بار) الْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا (تین بار)، اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ نَفْحِهِ وَنَفْتِهِ وَهَمَزِهِ۔
عمر و بن مَرَّة کہتے ہیں:

نَفْح سے مراد تکبر، نَفْت سے مراد لغو شاعری، اور ہمز سے مراد دیوانگی ہے۔
(مسند احمد: رقم: ۱۶۱۳۹) (سنن ابی داؤد، رقم: ۷۶۴، ابن ماجہ، رقم: ۸۰۷)

④ رکوع کی دعا

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حالت رکوع میں یہ پڑھتے تھے:

(۱) صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، ترمذی اور مسند احمد وغیرہ احادیث کی کتب میں بضعة وثلاثین ملکاً کے الفاظ ہیں، یعنی تیس اور کچھ فرشتے دیکھے جو ثواب لکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے تھے۔ اور یہ بھی کہ صحابی کو چھینک آئی اور انہوں نے یہ الفاظ کہے۔ — مجدّی
سنن ابی داؤد (کتاب الصلاة: رقم: ۶۵۴) میں حضرت رفاع رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے رکوع سے سرانور اٹھایا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا، اس وقت مقتدی صحابی نے جواب میں یہ الفاظ کہے۔ — واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مسند احمد: میں ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا: ”ہمز، نَفْح اور نَفْت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نَفْح سے مراد تکبر، نَفْت سے مراد بیہودہ شاعری اور ہمز سے مراد دیوانگی کی کیفیت ہے۔“

(مسند احمد: اول مسند المدینین رقم: ۱۶۱۳۹، ۱۶۱۵۹)

سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ۔

(سنن نسائی: ۱۹۱/۲) (مسند احمد: ۶/۲۳، ابوداؤد، رقم: ۸۷۳)

⑤ ”رکوع سے سرائٹھانے کے بعد (قومہ) کی دعا“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: انہوں نے نبی علیہ السلام سے روایت کیا: کہ آپ ﷺ جب رکوع سے سرائٹھاتے تھے تو پڑھتے:

سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمَوَاتِ
وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔

(جامع الترمذی: الصلاة رقم: ۲۳۶، سنن الدارمی: ۱/۳۰۱)

نوٹ:۔ احناف کے نزدیک یہ اضافی دعائیں نقلی اور انفرادی نمازوں

میں پڑھنی چاہئیں۔ مجددی

⑥ ”سجدے کی دعا“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا:

تمہارے نبی ﷺ جب سجدہ میں ہوتے تو، پڑھتے:

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ ۝

(کتاب الدعاء للطبرانی: رقم: ۵۹۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع و سجود میں کثرت سے کہا کرتے تھے:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ أَغْفِرْ لِي۔

(بخاری: ۱/۱۹۹، نسائی: ۲/۲۱۹)

⑧ ”دوسجدوں کے درمیان (جلسے) کی مسنون دعا“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سجدوں کے درمیان کہا کرتے تھے:
رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔

(ترمذی، رقم: ۲۸۴، ابوداؤد، رقم: ۸۵۰)

ایک روایت میں صرف، ”رَبِّ اغْفِرْ لِيْ“ کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔

⑨ ”قعدہ اخیرہ کی مسنون دعا“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے بعد چار چیزوں سے پناہ مانگتے تھے۔

اللَّهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَاوَالْمَمَاتِ۔ (صحیح مسلم، رقم: ۸۵۵)

⑩ ”نماز وتر کی مسنون دعا“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: بے شک نبی اکرم ﷺ اپنے وٹروں کے آخر میں یہ دعا مانگتے تھے:

اللَّهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ
مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ
اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ ۝

(نسائی، ۳/۲۳۸) ابن ماجہ، رقم: ۱۱۷۹، ترمذی، رقم: ۳۵۶۶، ابوداؤد، رقم: ۱۴۲۷)

(۱۱) ”ہر نماز کے بعد“

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: انہوں نے کہا:

”رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”ہر نماز کے بعد معوذات یعنی سورۃ الفلق

اور سورۃ الناس پڑھا کرو۔“

(سنن ابی داؤد، الصلاة، رقم: ۱۲۵۱) الدعوات الکبیر: ۱/۸۱، رقم: ۱۰۵)

(۱۲) "وتر کے بعد کی مسنون دعا"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ وتر کی تین رکعتیں ادا فرماتے تھے، آپ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں الکفرون اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد تلاوت فرماتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے اور جب وتر سے فارغ ہوتے تو فراغت کے فوراً بعد تین بار پڑھتے:

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ، آخری بار کھینچ کر لمبا کرتے تھے۔

(سنن النسائی، قیام اللیل، رقم: ۱۶۸۱، ابوداؤد، الصلاة، رقم: ۱۲۱۸)

آخری گزارش

اپنی نمازوں کو بہتر بنانے کیونکہ نماز کی درست ادائیگی شخصیت اور کردار پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

صلوا کما رایتہمونی اصلی۔

"نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔"

لہذا نماز کو مقبول اور موثر بنانے کے لیے آسان اور جامع نسخہ یہ ہے کہ اپنی نمازوں کو مسنون طریقے پر ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً اذان کا جواب دیا جائے، اقامت سن کر ساتھ ساتھ جواب دہرایا جائے۔ اور ان اذکار و ادعیہ کو اہتمام سے یاد کر لیا جائے جو اللہ کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت ہیں اور یوں اپنی عبادات کو مزین اور آراستہ کرنے کا جتن کیا جائے۔ دراصل عبادت کی روح بندگی کا جذبہ ہے اور بندگی کی حقیقت عبدہ ورسولہ کی بارگاہ سے نصیب ہوتی ہے۔



تربت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ برکوچہ مکی (ٹھٹھہ)

75445

سنی لٹریچر سوسائٹی

۴۹-ریلوے روڈ لاہور